

سر سوتی آشرم کرتھہ مالانمبر ۴
۱۲۰۰

۳۱۳۴

CHECKED

ہدیہ

موجودہ حالت پر

پیشیل اخلاقی اور تواریخی

نظموں کا شاندار مجموعہ

پستہ حریت کے ایک اہم اصداد

پیارے دوست

نمبر ۱۹۲۲ء

پر کاشک

راجپال منجیسر سوتی آشرم - انارکلی لاہور

بار اول ۱۰۰۰ { گردہ پریم پری لاہور ہنگام ۵۵ لال چند پری پری پری } قیمت ۹

۱۳۰۰

۱۳۰۰

پیشانی

پیشانی

پیشانی

Rahim.

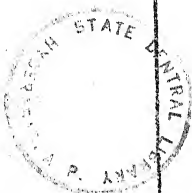


Checked
1985

کتابخانه مرکزی

CHECKED 1995

بہشت کی بھینٹ



پیش کر سکتے نہیں دولت کی بھینٹ
 حسب توفیق اہل دل کرتے ہیں نذر
 کاش! لاسکتے کوئی خدمت کی بھینٹ
 کوئی طاقت کی۔ کوئی شہرت کی بھینٹ
 لائیں ہم کس صف کس سیرت کی بھینٹ
 تیری شوکت کی تری عظمت کی بھینٹ
 ہو چکی جو گردش قسمت کی بھینٹ
 حال تو ہے ویدہ عبرت کی بھینٹ
 تلخ تر ہے پر ہے کیا لذت کی بھینٹ
 کرو یا قسام نے رقت کی بھینٹ
 ہے وہی خون جو بہاؤ کی بھینٹ
 لائق شان ہو تو اپنا لیجیو
 ورنہ کر دیجو اسے قسمت کی بھینٹ

عرض حال

شاعر کامل آئینہ ہوتا ہے۔ جو کائنات عالم موجودات میں گزرتے ہیں ان کی تصویریں محوسات کی صورت میں اس کے سیشہء دل میں اترتی آتی ہیں۔ قلم ہاتھ میں ہوا اور طبیعت کی پالیوں میں رنگ موجود ہوا۔ تو کوئی فوٹو شیشے سے کاغذ پر آرتا یا۔ ورنہ شفاف جیل کی سطح پر سے بدلی آں گزر گئی۔ چاندنی آئی گزرے گھڑی جھلک دکھا گئی۔ تصور نے پھر نقشہ حاضر کیا تو عالم مشاہدہ سے زیادہ صفائی صفیہ خیال کے نقش میں پا گئی۔

شاعر ملک میں ہوتی ہوئی تحریکوں سے بے خبر نہیں ہوتا۔ عام لوگ انہوں سے دیکھتے ہیں یہ ایک خاص کچھ چشم باطن بھی رکھتا ہے۔ انسانی مساعی کے علاوہ ملکوں طاقتوں کی مداخلت اور کماشت بھی اس کے حیثیت بصارت میں آتی ہیں۔

جب سے صادق اور صادق کی شاخیں ملنے ہوئی سنبھالا ہے۔ گویا ایک مشاہدہ خانہ میں جگہ پائی ہے ہندوستان کی کئی سالوں کی تاریخ صادق کی نظروں میں بند ہے۔ اور جو کیفیتیں دل کی دل میں رہی ہیں۔ وہ تودہ جھٹکتے ہیں۔ جو طاقتوں پر پڑے دیکھنے والوں کی نظر بند نہیں رہی اور نہ دیکھنے کا کوئی امکان ہی ہے۔

یہ ملکی ٹکا خانہ اب تک دستی بیاضوں میں بند تھا۔ کوئی نہ کوئی نظم

اخباروں میں ندرج باقی رہی۔ مگر عام خاصہ صداقت کی طبیعت کا خود ضیافتی
 رہے۔ نہ فافو عام نہیں۔ کسی کسی قریبی ہمارا کو اس قومی راگ کی محفل میں شریک
 کر لیا۔ ورنہ ممنوع مجلس کی طرح بالعموم یہ بزم نظمِ تحسینے میں ہڈاکی ۛ
 آج دوست صلاح دیتے ہیں۔ کہ سول نافرمانی کے دوران میں
 تحسینے کا قانون توڑ دو۔ اور سچ سچ جو کچھ سوچا اور کہا ہے۔ اُس کی اتم تشریح
 نمائش کرو ۛ

ڈر ہوتا ہے۔ کوئی بات بچی ہے۔ کوئی کچی۔ تدبیرِ ملکی اور اُس کی سیاست
 فنِ شاعری میں ہمارا نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔ کس برتے پر افشاہ کی
 ولایت کریں۔ مگر گاندھی کی تحریک میں راز کی گنجائش نہیں۔ یہی نہ نقص
 پکڑ بیٹھے۔ تنقید کی قید عائد کریں گے۔ گرفتِ عیوب کی پڑیاں لگائیں گے۔
 ملازمت کے احکام سے زبان بندی کر بیٹھے۔ شاعری کے ملک سے باہر کر
 دیں گے۔ یہ سب کچھ منظور۔ ملک والے خوشی خوشی سزائیں جھیل رہے
 ہیں۔ صادق بھی سہ لے گا۔ لیکن یہ قبول نہیں کر سکتا۔ کہ اُسے آزادانہ
 خیال یا آزادانہ تفسیر کرنے کا حق نہیں۔ یاد وہ اپنی آزادانہ شاعری کی محفل
 نہیں جاسکتا۔ کوئی شورش پیدا ہو گئی۔ جو سنبھالے نہ سنبھلی۔ تو پشیمانی
 بھی ہو سکتی ہے۔ معذرت بھی کر سکتے ہیں۔ علامت کا جیسا نہ بھی جھیل سکتے ہیں
 فی الحال رائی پیش بینی کیوں؟ مارشل لا ہے۔ تو ہو۔ ایکٹ امتناعِ مجلس
 معذیانہ ہے تو ہو۔ شاعر اپنی ولایت میں رہتے ہیں۔ نہ اُن پر بورو کریسی
 کا حکم چل سکتا ہے نہ آٹو کریسی کا۔ اُن کی اپنی شعور کریسی ہے ۛ
 تو وہ حضرات ناظرین! اس کج آہنگی کی مجلس میں آپ کو سب سرسِ ملینگی
 امرتسر کی کانگریس نے اصلاحات کو اپنا لیا۔ شاعر نے بھی انہیں قبولیت کی

گرسا دی۔ کس دیا ہے

اچھا چو لا ملا جو موت آئی مانیگو نے کی مسیحائی
 ”ٹاک شہیدان“ اسی وقت لکھی تھی۔ اُسے انہیں آنکھوں سے پٹھو
 پھر جیسے جیسے ملک اور قوم نے رنگ بدلے ہیں۔ ویسے ویسے مختلف شاعر
 شاعر کے کتب پر جتے گئے ہیں۔ قلم نے ان میں اپنی طرف سے تصرف نہیں
 کیا۔ مختلف راگوں میں ایک لطیف سر ہے۔ جو انہیں ایک لے میں لانا ہے
 وہ لے ہے بھارت کی بھگتی کی۔ اور ہنس کی محبت کی *
 بھوار بھٹا، کسی وقت پڑا جا سکتا ہے۔ وہ اکال گیت ہے۔

اُس پر زمانے کی فہم نہیں *

یہ سنا خیالات کا حال۔ یہی کیفیت مقامات کی ہے۔ کہیں شاعری کی سن
 ہے۔ اس کی غیر مشافی اُسے چو ٹپائی کر دیتی ہے۔ ادب کی ناقص کیفیت ادب
 نے ادب کو کرائی ہے۔ تاریخی سقم مورخوں کو اور علم و تدبیر کی غلطیاں متصور
 کو کھینکینی۔ کئی مرقعوں میں بھی اور رنگوں اور رنگا والوں کی سنجاش ہے آج
 اس فنون کو تراخ نصیب ہوا۔ تو پچھلے جنم کے سارے بیویا دور ہو جاتے
 مگر ابھی انہیں اسی چلے میں جینا ہے۔ اچھے بُرے دن کٹ جائینگے کئی
 خاکے ایسے بھی ہیں جنہیں اہل دل پسند کرینگے۔ قبولیت کی نظروں میں لینگے
 اور پیار کے ہاتھوں اٹھائینگے۔ اُن کے طفیل اُنکے ساتھی بھی تریا جائیں تو غریب
 دیا نند آندس اگر مذہبی عقیدت کا مدیہ تھا۔ یہ ملکی محبت کا تختہ ہے
 ایک بھینٹ اور ہے۔ وہ صادق اور صادق کی قدسیت کے جو چلے ہیں۔
 قدرتی رنگ میں روحانیت کی تجلیاں ہیں۔ وہ پھر کبھی موقع ہونے پر۔

صادق

۱۹ فروری ۱۹۲۲ء

پر ارکھت

ایک تیرے حکم سے گردن سدا رہوں ہیں
 وہ ستر کے گرد گردا پہنہ کل گھومتا
 میں بھی اوپر کبھی بیٹھے بخم آسمان
 پہنچی اوپر کبھی ستر سے ہے سطر کی برہما شفا
 ختم بھی ہیں ادھ ویش بھی خیر سیرک طرح
 ہے بڑی مدت پسینی میں ستارہ ہند کا
 صنایع نظم جہاں کا ہم نے اپنا کر دیا
 پہنچا بھی تجویز جاری نسخہ اندھیل کی۔
 آکھ اٹھا کر دیکھ سکتے تھے نہ کال اس طرف
 خاک میں بھی ملچکے قسمت دے کی طرح
 لکھ ہیں تیری غلی سے منور ہر دیاہ۔
 چوٹوں ہوں ہالہ کی وہ جھوٹو فک
 کھن شیریں کنا رنگ ہو گنج اوم کی
 کچھ ضیافت تو غیر وکی نہیں ہلو درنغ
 ہم وہ ہیں دیتے گدا کہ جھکے جو نقد
 پھر ہمارے خوان قسمت پر ہو دینا یہاں
 پھر وہی شمع غنیمت جھکائے ہند کی
 سبزہ رحمت سے کھیتی لہلہا ہند کی

ایک جگہ سا ثابت میں ہے سیدوں میں
 ایک ہی دھن ان تکی کے طلب گاروں میں
 راک ہندو لا سا لگا گردوں دی دیار میں
 زیر جہاں ہے۔ اسی برہما کے نام کو پوج
 عاجزی کا بہترین انداز خود اراد میں
 ہیں نجم و نگ نکت ہند کن عالم میں
 اور انھیں سے فلک اب کیا تیرے طوائف میں
 ہند کیا اب نکلانا نیت بیماروں میں ہے
 آج جن کے بھارت ازلے ناز ہزاروں میں
 پھر بھی تو کشت متا اپنی بے یاروں میں
 پر توہ رحمت کا اگر بھارت سیکاروں میں ہے
 پر نس آئے یہ کتا۔ نزاران غاروں میں ہے
 شور ہو ہر دہ میں جو شیران دہاروں میں
 طور مہا بانی کہاں خانہ عیدوں میں ہے
 اسے گریاں اچھڑاتنے کی ہوتیوں میں
 دروم ہو جس سنی بھارت کے بھٹکاروں میں ہے

پارے موہن کا کھیل

شرعہ اتفاق شدہاں ہے سہدوان کی
علم و فن کسب ہر کی کان غنی یہ سرزمین
نہایت پرانے تھیں نگشت حیر و دریاں
سہدوی تو تھا خضر کا چتر اب حیات
پارے موہن کی سمجھے حقیق ماہیت
وادیہ ابراہیم کی اس تہذیب کی بے شک
تہذیب تھی ایک بڑی تہذیب کی ذرا جو
یہ کہ شے عقلی انسان کے تھے ہر کیوں کر یقین؟

خطہ ہندوستان تھا دیوتاؤں کی زمیں
پتہ پتہ میں تھی اس کے قدرت حق جلوت
جن کی آنکھوں پر نہ تھا پردہ شرم ویا آکھان کی شاہراہ کی جلی پروہ

علا کہتے ہیں حضرت خضر کے ساتھ سکندر بادشاہ آج حیات
کے چشمے تک آیا۔ تو تاریخ سے ثابت نہیں ہونا۔ البتہ یہ واقعی تاریخی ہے۔
ہے کہ سکندر ہندوستان میں آیا اور اکام واپس گیا ہے
علا ابراہیم کی آگ کا باغ بن گیا تھا۔ یہ ہر ہاد کے چلنے لوہے کے
ستون سے ترسنگ ہندراج براہمہ ہوئے تھے۔ دو فرہارا کے ہنگام
تھے۔ فلاویشیہ طور ہے

کیا ہے فلاں ٹھیکہ کو ہمدم میری انش کی بات
صبح دم کو وہ ہمالہ پر جو کی دھجست۔
تھا صحیفہ سرستی کا آسمان تاروں بھرا
واویشے ایسے کچھ کیا واویشے کشمیر تھی
آب صافی رو دنگ کا مشا دینا تھا پاپ
یہ نگار ہے جن کے رہتے زندگی بھر سامنے

اور کیا لیتے یہ خدا قدرت کا رہبر سامنے
کیا سنبھلا لوح و دانا کی نقا لخوا کہ حق
انہی سناری کی سپاندہ الورا کی ہے غار
گرچہ تھا نو گرائی کا نہ سماں آنکھ پاس
مطرب قدرت کی شاگردی میں جب یا بھرت
مشرقی صورت تھی موزوں ان کی بابت
موجزن ہر لمحہ دل میں قدرتی جذبات تھے
اور زباں پر سرستی و بوی ترجم تھی کھری

گو بچ کر یورپ میں پہنچا ڈالیں کی کا کلام
تو مہر اور چا ستر ہوئے پڑھ پڑھ کے ہکو شاد کام
معرکوں میں چھتریوں کے شاد و عشر تھا ہوا
کاتب کز نور شید بھر ماتا تھا مار تیغ کو
مارتے دشمن کو یا بھر کھیت بجاتے ویر
کیڈ و لور تھے کہ تھی اک خلیل موت ان کیلئے
موت کے سوئے جگا دیتی تھی شکوئی صدا
دل ہلا دیتی صدا کے کرتا مرخ کا
دور تھا غیرت بھالیں چھوڑ میدان غا
بیچے بیچے تیرا دشمن سے تھا کھیتا۔

مے شری گرشن مے رام ان کے مصنف۔ عتہ لاطینی میں رام ان کی
طرز کی کتاب لکھی ہے۔ مٹا انگریزی زبان کا پہلا معلوم شاعر ہے۔

آب جیواں جانتے تھے بسکہ آسب تنہ کو
نوش جان عام اجل کرتے بصدگر درضا
سر کشا دینے نہ پھرتے لیکن اپنے ہمت
زندگی سے بڑھکے تھا پیارا وہ پیاں فنا
دوست سا بڑا و کرتے ہو جو دشمن زیر و
دار کرتے تھے جتا کر کیا تھے عالی حوصلہ
آگ کے شعلوں میں مل کر راینوں کا دوڑنا
جو عصمت کی رخشانی تھی وہ جو ہر تھا کیا

راجپوتوں نے شجاعت میں دیا دکھلا بھی

سند کی دیرینہ جرات کس قدر افشا نہ تھی

بے غیاں ہنسا تھا اسے بھارت کا زور
پانڈوؤں اور کوروؤں کی چوٹ لائی سب بال
آہ ادی جھگڑے نے گھر کے قوم کی ہستی مٹا
ہستنا پور کی حکوریت لئے اتنا جدائی؟
سائے آیا جو چیتا - دھڑلایا تلوار نے
ہو رہا جانے - پر کھنکھناتے تھے محال
پیشخانیت کر رہی تھی درحقیقت اپنا زور
تھا کمال ہندو سچ چھوڑ دھنڈھتا ہے کیل
جھیل کر انہیں ایسے پھر پہنچ گئی کیونکہ قوم
نرخم تھا پانڈو کے کھانڈے کا بعلیہ اندھاں
کیا کوئی دانا نہ تھا اس پر خصوصیت بن گیا؟
تیرا کھاتے وقت ٹھٹھکا ہوتا جن پر کا
کیا کوئی سمجھتا نہ اس لئے جھگڑے کا مال؟
بھاٹی بندوں پر یہ شان دیکھ کر تھاجی بال
ہو گئے گوپال خود رخصتان اسن نشان کے

دیوتا اس رتھ کے پیوں کی تھے دھولی جاتے

ساؤنی صورت میں آتی تھی سر اسریر برکی
دانش دے - تہ کی تپتی تھی وہ موزار کی
شاہو کے نلی کو بھرانا تھا حسن و فریب
حجرت و برہاں سچی آگے ادا کے مات تھی
نفسہ سمیٹتی تھی - علم جیب لطف میں
رگشی تھی رہبر حسد خضر بھولی گرو کی -
کر تیں حوریں قص جیب ستین سحر ملی ہنسری
اہل جنت مجرہ جاتے سر و دنا نہ پر
ان سر و دی بند تھا ہمت دل پوس کی
ساؤنہ لوح ارجن کو باقوں باتوں میں پرچا کیا
جس رگو ہمت کجوش یا مجتبیٰ حسین
مارنے پر کر دیا اپنوں کے آمادہ اسے

سورما سونے لگے گودا حل میں یک بیک عام مٹی ان مرینا اولیٰ شجاعت چھپتی
انکی پیغام بتا جس کا کہ کر حمانی سرود آج اس نے سے ہوئی برپا قیامت ہوئی
بیارے موہن نے تماشا خوب دکھا قوم کا
عاشقوں کے لگے ڈھیر ایک کھیل اس کا ہوا

قوم کو اپنی فنانکی گھاٹ پر لانا ہے کون؟ اینوں پناہ میں کھلی نکلا ہے کون؟
جو گیا تیروں سے چھپنی پر وہ شرم و حیا یوں اگر کے سر پہ اچھوٹا ہوا ہے کون؟
بس میں اسے دوق ابنہ بڑھ حد اب کھینچ کر حرف تو ایسے بڑوں کی آواز لانا ہے کون؟
مکھنیا انساں کی گایا پاک ربانی سرور آگ ایسا پر ہوا سے رو میں گاتا ہے کون؟
آئیے آئیں بھر کے آب آتش جہنم میں کام یوں میں اللہ کی بیست چکا رہا ہے کون؟
سیر کر اب بھا خیر کے آب بیخ کو چشمہ تیروں میاں کو کھوٹا ہے کون؟
ہر گناہے راز والی ہرزہ اسے راکھ ال بیروم سے مانگ کے رزم سکھانا ہے کون؟

حسرتی اعجاز شی تیری کھنیا بانسری
آسجا اک بار بھر بندسی سجیا بانسری

ع۱ درون آجاسے -

ع۲ جگوت گیتا -

ع۳ چشمہ آب حیات کا وقوع اندھیرے میں بتایا جاتا ہے -

لے اٹھا!

اے ہے عرف زمانے میں کہنیا تیرا
ہم تو کیا ہیں جو تیرے کم سے گردن پھیریں
تیرے ور سے بچھرا فیض کا ساہل خالی
تیرے تقوے کی بے تقلید سدا زار ہرگز۔
مردم دیدہ عالم تھا ترا حسن سلج
کھیل تھی ایک تری جنگ کھیل تھی
کھیل تھی تری میدان۔ نہ تھی نہ ٹوٹی
ذات پہاری ے تو ہے نام بھی بیارا تیرا
دیوتا لیتے ہیں آنکھوں پہ اشار تیرا
کبھی شکاری نہ ہوا حرفِ کشتِ مرتیرا
میکشِ عشق پاکِ کتابِ صہما تیرا
سب کی آنکھوں میں تھا روشن رخِ زیارتیرا
باداب نامک زمانے کو تا شام تیرا
اور آرجن سادلار تھا کھلونا تیرا

راں کھلونوں میں کمال جان تھی اسے کرشن ہرار

چھپڑے تیری ہوئے غالب جہاں ہشیار
کنس کی موت تھی جہاں کش شجاعت تیری
ہر شے تو تھی سدا ماں کو مروت تیری

مے شری کرشن کو برج بھارت میں پناہ سے کہنیا لہتم میں - کہم تسفیر
ہے - مے عالم - دانا - مے پرہیزگار - مے شری کرشن
کے جنم کے وقت کنس کی مستحرام میں حکومت تھی - اور وہ شری کرشن کا
ماموں تھا - شری کرشن کے سات بھائی بہن پیدا ہوتے ہی اس کے حکم
سے قتل ہوئے - شری کرشن کی پیدائش کے وقت اس کے پتا ماتا بھی
اس کے حکم سے جیل میں تھے اور وہیں شری کرشن کا جنم ہوا - بقیہ صلا پر

جس کا رقصاں تھا تو آج تک نہ ہے
اس پہ پر تو ہے پڑی المتی عورت تیری
پڑھکے اوراق میں گپتا کے ترا سندس
ہانٹے سارے پیمبر ہیں کلامت تیری
آج تک تیری نیا سے ہیں دو عالم روشن
سہر سہر سہر الزوار خفی جلوت تیری
فلسفی کی ہے لگی آنکھ معافی پہ تیرے
ہے طبیعی پہ سدا چشم عنایت تیری
پر کہاں ہے ود تری راگنی کا متوالا۔

تیرا پیغام اماں جنگ میں سینے والا

وہ کرو کہیت سے آواز بڑی اٹھتی ہے
بانسری کی وہ تیری تان ابھی اٹھتی ہے
ہائے ارجن! تو ادھر آنکھ اٹھا آہی نہیں
تیری تعظیم کو یاں شان کئی اٹھتی ہے
زیر دیم سے ہے تری گردن میں ستار
بیٹھتی ہے یہ کبھی اور کبھی اٹھتی ہے
یاد آ جاتی شجاعت ہے کرن کی محکم
جوش سے جب یہ زمین ایک کھڑی اٹھتی ہے
کیوں نہ ہو؟ خون بجائوٹ ہے سینچا اس کو
خاک ہے اہل شجاعت کی جی اٹھتی ہے
لکھتے ہیں ارجن ہی نہیں راگ سمجھنے والا۔
بانسری کی جو تری کان میں گاتی ہے
بانسری سے تو سدا زان نئی اٹھتی ہے
آتش شوق میرے پیسے میں جی اٹھتی ہے

— بقیہ صفحہ ۱۱ — پلٹنا ہو کر سشری نے اس کو قتل کیا +

بھتیہ صفحہ ۱۵ مری کرشن کا ہم سبق تھا۔ ان کی محبت اور اس کے عالم شاہی کے
نباہ کی مشہور کہانی ہے؛

علہ خاندان کے ایک شاندار خاندان ہوا ہے۔ اس خاندان کے بادشاہوں

کی شان بڑی اونچی تھی۔

مری کرشن اور ارجن کے جنگ میں زخمی۔ چلنے سے لاچار میدان میں
پڑے کرن کے پاس بھکاری کے بھینس میں جانے۔ اور اس کا اپنے داموں
سے سونے کی تار نکال دینے کے لئے ایک پتھر کی طرف اڑھکا مشہور واقعہ ہے۔

دل کی بیداری کو ارگن ہے پیپی کی صدا
قافلہ ہے کہ سمجھتا نہیں گلابِ گلابِ درا

لوگ سرست تغافل میں چلے جاتے ہیں سرسبز محبتِ اہل میں چلے جاتے ہیں
راگنی تیری کنسا انہیں سنتا کوئی نہ مست میخانے کی قفل میں چلے جاتے ہیں
وال سخاوت کی گھٹا سے چمکتا امرا یاں خمار نشہِ مل میں چلے جاتے ہیں
عالم بے بسی و بیکسی طاری ہے یہاں اور جو پوچھو تو توکل میں چلے جاتے ہیں
دولت و عظمت و شہرت کی اغیار کٹھن ہم تہیدست تساہل میں چلے جاتے ہیں
اس قدر غور ہیں کوئین ہیں پھر میں تیرے دیکھ کس فقر تنزل میں چلے جاتے ہیں
لے اٹھا ہم کو گور و دھن کے اٹھائیو لے !
لاج شام کی سر بزم بچانے دے !

عے گور و دھن پہاڑ کا اٹھانا پورا تک واقعہ ہے ۔ یہاں اس کی طرف

شاعرانہ تکلف سے اشارہ کیا ہے :

عے دروپی :

مرثیہ گوگلے

نویں نہن خنراں ! کہ لُٹ لی بہار قوم -
 ہے بے زری سے داغ دل غلب لالہ زار قوم
 عطا کان بھی - زبان بھی الم کی داستان بھی
 کیسکا کون ؟ اب سینگا کون ؟ حال زار قوم
 سیوت ایک تھا کہ اُسے سارے کھڑے کرنا دھنا
 قصا سے اس سیوت کی اُجڑ گیا ستار قوم
 عطا دیوتاؤں کا چھپتا فنا بنان ہندیں
 بسا جب اس سے دیوار لک اُجڑ گئی دیار قوم
 ہمارے کار داں میں بھی تو ایک شہسوار تھا
 وہ کیا بڑا کہ اُڑ رہا ہے بے طرح عنبر قوم
 نگین شاہ تھا زبیب نعل گوہ ہند کا
 وہ گوہر نمین قوم و نعل آباد قوم
 وہ ہندو اور مسلمانوں میں رہتا اتفاق کا
 تھا رشتہ موافقت میں عقداستوار قوم

علا زروسے کو بھی کہتے ہیں - اور پھول میں جو باریک ریزے ہوتے
 ہیں جو پھول کے بڑھنے پھولنے کا راز بتاتے جاتے ہیں وہ بھی زر گل کہلاتے ہیں

نہ پاتے گرچہ مردہ جسم اس کی نو سے روشنی
 چراغِ حق کا جل رہا تھا بر سر مزار قوم پر
 حیاتِ قوم اس کا ہر لکڑی کا اضطراب تھا
 تھا نبضِ بے سکوت قوم و قلب بے قرار قوم
 غضب ہے اضطراب سے ترا سکوت کو کھلے
 ہے موت نبضِ بے سکوت کا سکوت کو کھلے
 ترے سکوت سے رگوں موافقت میں جان نہیں
 ترے سکوت سے وہاں ہند میں زباں نہیں
 فغاں ہو قلبِ ہند کی لبِ آشنا تو کس طرح
 وہاں میں وہ زباں نہیں زباں میں وہ بیان نہیں
 خواں ہے عندلیبِ اب مٹکا ذرا پٹہ ہو ٹھکے
 کسی دن اس تلوے سے قفس کی تکیاں نہیں
 ہیں باغیاں تو قفس گرو کھلے ہیں تو بے اثر
 غرض کچھ اعتدال پر ہوائے گلستاں نہیں
 منور اپنی قوم کی ہو چشمِ انورِ عالم سے
 جو شمع کا تھا مقتضی وہ آج شمعِ الٰہ نہیں
 بنائیں کس کوڑھبہر اب کہ قوم کے مدد کریں
 ہے کونسا اگر وہ جس میں فرقہ بندیاں نہیں
 ہے راستی کجی پہ صرف نیکی ہی پہ صرف
 کہاں وہ تیر ہے جو زیبِ خفاہ کہاں نہیں
 یہ ریش ریش بچھوٹا - یہ تار تار ٹوٹنا

ہیں موت کی علامتیں حیات کے نشان نہیں
 وہ اصل ہیں کہ جو صدف کے بھاؤ بھی نہ پاک سکے
 ہیں جلس جس کا حول خاکِ رفتہ و کاں نہیں
 اذانِ شکنجہ کو کرین خموش خوابِ مرگ سے
 وہ خفتہ بخت ہیں کہ جن کی شبِ سخنِ کراں نہیں
 مسج کو کھیلے تھا اس مریضِ مرگِ قوم کا
 نفس ہے اس کا کون سا جو تم کا نرجسِ جاں نہیں
 وطن کی خاک کو سمجھتا تو تیا چشمِ ہفتا
 ہفتا مدعی کی آنکھ میں لگا رہا وہ تو تیا
 ابھی تو کوئی چشمِ آستانہ تو تیا نہ ہفتی
 ابھی کسی کی آنکھ میں خصلِ ص کی ضیاء نہ ہفتی

وہ مہر بھی کہ جن کو روشنی پہ اپنی ناز تھا
 ریا کے داغ سے شعلہ اُن کی دل کش نہ ہفتی
 پڑے تھے خفتہ بختِ محو خوابِ گور میں
 ہفتی کان میں صدا جس کی صورت کی ندانہ تھی
 وطن کو چھوڑ کر بنا یا گھر بہشت میں تو کیا
 ریا صِ خصلد کی ریا صِ ہند سی فضا نہ ہفتی
 قصورِ حور سے تو خوب تر تھا قصرِ قومیت
 ابھی پراس کی ہند میں رکھی گئی برسا نہ ہفتی
 یہ مانا نا خدا سے ہے خدا کا خوب آسرا
 بھنرہ میں ناؤ بے نیاز مہرِ نا خدا نہ ہفتی

نقا ہتلائے در و قوم خود واسے در و قوم

یہ وہ مرض تھا جس پہ کارگر کبھی دوا نہ تھی

نسیم اس سپہ لوفتی شمسیم اس کو چومتی۔
رہ نکل تھا جس کو تنگ و نام کی لنگی ہو ا نہ تھی

پڑا تھا وقت جب جنوبی افرقہ میں قوم پر

وہ وقت تھا کہ بس ہیں غفل تا اثر رسا نہ تھی

نظر تھی گو کھلے پہ سب برادران قوم کی

کہ سعی اس کی بے غرض تھی صرف مدعا نہ تھی

خوش کیوں ہے وہ زباں کہ جس سے کان پیر تھا

نکاح سی چھپ رہی تھی بات پر بخار خم کا پرتا

زباں کہاں سے لائیں جہ شکر یہ ادا کریں

عزیز تر ہے خلد سی سے قیدار پیر عشق کو

وطن کی خاک کا تھا ذرہ نہ جھکو سویشٹ

جو ممکن اس سے پھر ترا ہو خاک ہند میں جنم

قنا یا جل سے کی قبول تو لے تا نکاح

زباں پہ لائیں تیرا نام پاک کیونکر آدمی

تیرا یہ زندگی ہے کام یاں رہے رواں ترا

سیاس قوم ہے یہی کہ تیرا منت ا کریں۔

ہے گر چہ جائے غرض الفتلاب روزگار قوم

ہے نقش ہائے گو کھلے مدار استوار قوم

گھگ

(ہیوہ کی زبانی)

قیامت کیلئے سربستہ رکھی تھی زباں میری
ہوئی جاتی ہے گر جھوٹے سے گویا دستاں میری
عدم میں کیوں مٹی لیکٹی برقی لہیاں میری
ترستی پتیاں ہیں تجھ کو اے بادِ خاناں میری
فرشتوں کے جتنی فی کام جتنی خوفناں میری
رخِ سرکہ نہ گستاخیں شہابی چندریاں میری
بدن کو لکھ کر ڈالیں گے ناریلے دغاں میری
نکل سکتی نہیں پیچھے سے جانِ ناتواں میری
پہنا کر سسج چڑا خوں میں نکالتی زباں میری
مرے منہ سے نہ سینو تو اناں سے باغباں میری

خوشی کیوں ہوئی جاتی ہے ہنگامِ نفاں میری
نہ زور اے ناتواںی کر! نہ جبر اے ہنگامِ نفاں میری
میں وہ کونسل ہوں جس پر چھوٹے تھے اسلٹاں میری
کلی ہوں شاخ سے ٹوٹی گری داماں گچھپ سے
میری قسمت کی سسجی کون بکھارو شہابی سے
سہاگ لہیاں بکھارو اس تو ہوتا نہ بچھو کو
نہ میری کنفیس آہیں نہ میرا ہمنوا نالہ۔

کر دل کیا سعی جینے میں سہرا مزہا ہی شکل ہے
کسی خوشخوار کو دیتے کہ بولی بولی ٹہن لیتیا
نہ چٹکیں تھی کلیاں سن کے آہٹ دینے لگی

کہیں ایسا نہ ہو جس سے رو آسنا ہو جائے
ترے گھٹنے پہ میری حق گوئی سے دا ہو جائے

پنچو ان ہڈیوں کی مُشت کا ہے شاخِ ناکار
بہا کر میرے خوں میں سرخ و لالے ہیں گنگن میں

مری نکتہ اڑائی گل نے، بلبل نے خوش رہا
 کمانی ہیں مری نگین سحر کی پتیلیں گل کی -
 کیلجے کوسل کر میرے ہیں کھلیں کھلی جاتی
 چراغی آج بولے میری آنکھوں کی چمک ہے! یہی سورج کی کرنیں جاتی تھیں گھر کے فلک میں
 بے بل بیش گل گریں ہے قمری سرد پر نالاں
 بھڑکتی آتش گل سے چنا میرے جو بن کا
 چمکنا سو چکرے لبد! برستا کی ریت ہے
 گری قمری میرے کاشانے پہ بکلیاں دل میں

سنا ہے آہ میں مظلوم کی تاثیر ہوتی ہے

مگر شہمت سے میری آہ مجھ پر پیر ہوتی ہے

مرض کا میرے دعو! فقیر سستی تو کر رہنا
 مری افتاد دل طاقت میری بڑ مردگی جو بن
 مری بیچارگی چارہ ہوئی حوامان شہمت کا
 نہ زکنا خون ٹھہرتے سے نہ تھمتا جان جلتے سے
 کہاں ہے ایک سی اسے سرد! تیری میری بے ہار
 مرے دل کے کونالے بند رہنے کی قسم کھالی -
 مجھے رحم اوپر ہے اوپر دس عمارت مجھ کو
 مری ہستی ہے جلنے سے مرا بینا ہے مرنے سے
 کیا آباد تو نے خانیہ ویران حشر میں

عیاں کیا کیجئے انبار پر جمال دیاں مضطر

مرے داغ جگر چنتے ہیں میری ہستہ حالی پر

دعا پڑتی ہے درویش کی کیا ہوسم بتا مجھ کو
 طبعیو! مانتا تھا تو تم تھے درویش اور مجھ کو

میں ہندو ہوں سر کو خم کروں گھڑیا گھڑیا
 نہاؤں الیہ بگڑے گا میں کروں شہنشاہ جہاں
 پھر کوں سینکڑوں شہنشاہ لاکھوں لوٹا پوچھوں
 خدا سے ویر و جانیکا کیونکر دم بھروں ہم
 نہ کر مجھ سے گناہ صحابری ناخوش شناسی کا
 اٹھاتی ہاتھ شکر ہے میں شکر میں وقتا ہوتی
 رضا کا مدعا بھی نہ مقصد خدا بھی
 میں کس کو تیری؟ کس کو تم کو زمانہ کہتی
 ہوتی ہندو شکر بھی ایک دھواں سیدھا کا
 یقین کیونکر ہو میری سفید ریا ہے قسمت
 راست کے تری شکر انصاف تیری نہیں
 جہاں صبح و شام آسن کروں دم ادم کا ترن
 نہ کہتا راٹھ اب گھبکو - پتی میں نے امر پایا
 سہاگن بن گئی پھر سے یہ روئے کا ترن پایا



محبت کی لوری

اٹھ اے میری جاں! صبح ہوئے کوئی آفتن پر وہ سورج ہے دیتا دکھائی
نری آنکھ میں نور ہے کسب یابی مرے شکر کی خلعت کی کروے صفائی

شما ہمیں پس سورج کی عالم کو گھیرے
جگمگ میرے گھر میں تو اے نعلی میرے

جگمگ میری مشتاق آنکھوں کا آرا - اٹھ اے میری آفتادگی کا سہارا
جگمگ جان دیاں سے بڑے پیارا مرے جسمِ عجم کا نمایاں کنارہ
دور آنکھ تو کھول - اے بھولے بھانسنے

مرے گھر کی خلعت مثلاً اللہ واسلے!

تراجمِ تصویر پاکسیندگی ہے زلف کی تجھ کو ہر کب لگی ہے -
ابھی تیری فطرت میں آواز لگی ہے نہ لدا لگی ہے نہ آفتادگی ہے -

ابھی قید ہے تجھ پہ دنیا و دین کی

خبر کیا تجھے آسماں و زمین کی

تجھے چھوٹ اور چھپا سے کیا غرض ہے؟ تجھے ذات اور بات سے کیا غرض ہے؟

تجھے دن سے یا رات سے کیا غرض ہے؟ تجھے حیلہ و تہ سے کیا غرض ہے؟

نہ تو دیشنو ہے - نہ ہے سٹیو - پیٹو!

راگ آزادانہاں ہے اے نعلی میرے!

نہیں پادری کی نظر تیرے دیں پر نہیں آنکھ مسک کی تیرے یقیں پر
 تو قائم ہے اس عقداؤ اذیں پر نہیں جس کو جنیش زمان و زمیں پر
 ترے آگے چند ٹال ہو یا بدہن
 نہیں اس سے الفت۔ نہیں اس سے ان بن
 ہوئے آہ ابیگانے۔ اپنے یگانے ہیں خاموش کیوں توینت کے تزانے
 گئے لڑٹ الفت کے تاگے پڑانے ہیں بکھرے ہوئے میری مالا کے دانے
 تو تار محبت میں ان کو پرو سے
 کہ ورت کے سب داغ سینوں سے دھو سے
 برہمن پر راز محبت عمیاں کر کھشتری کو کہ تیغ زیر میاں کر
 تو کہ ویش کو اصف دل کی دکان کر نصیحت پہ مشور کو اسے میری جان کر
 کہ ہم ہیں ازل سے سبھی بھائی بھائی
 سبب کیا کہ باہم نہیں آشنائی
 نہیں مجھ کو پرو داتری منزلت کی غصا دلو اہو کہ طوق غلامی
 گدائی لے تجھ کو یا بادشاہی بھرا گھر ہو یا زحمت بے نوائی
 جوشہ ہو تو وحشت کو کشور بدر کر
 گدا ہو تو بانگہ دلا در بدر کر

دُکھیا

صنف لطیف کی طروت سے

ابتدا سے عالم امکان میرے دم سے ہے بزم دنیا رشتک صدر صفا میرے دم سے ہے
 صفحہ ہستی کی ساری شان میرے دم سے ہے خاک آدم چٹتہ حیوان میرے دم سے ہے
 میں نہ ہوتی تو زمین و آسمان ہوتے اُجاڑ
 کیا عجب تھا بے مکین سارے مکاں ہوتے اُجاڑ
 مسند آماشے حکومت ہیں مرے نورِ نظر لعل میری گود کے میں لٹنے خاشاک پر
 اتنے راحت ہیں عالم کے مرے تختہ جگر لاڈ لے میرے ہیں کھاتے تھو کی پٹیاں در بدر
 سر پہ ہے سلطان کے سایہ مرا ظل ہما
 ہے گدا کے ہاتھ میں کا میرے ادبار کا
 جنگ ہیں ہے دوڑا جانا جاں بخشی برائے دل میں اس جنگجو کے ولولے کیا اٹھ رہے
 جہاں تثار قوم دل صدمہ ہے غلکی آن کے تشہ لب میاں چاس و حانی لذت سے
 ذوق کی تصویر ہے یہ لٹھنے والو مہو
 اسکی عزتِ خوان میں ہوئی ہمارے رخصت
 کھیت میں دھنساں کھڑے قلابانی کر رہا ہے عرق سے اپنے کشت زندگانی سینچنا

خون اور پانی ہے ایک لٹس نے شفقت کیا
کس سے سیکھا تھا وہ دم دم میں کجاغٹا سبق؟

ہڈیوں سے کس کی ہڈیاں اس نے پھونکا یہ عرق؟

کچھ ہیں غول میں دلکش نغمہ بلبل بھی ہے
سرو کی چوٹی پہ شورِ نعرہ قتل بھی ہے

اپنے گھر کے ہیں در و دیوار میری کیا ریاں

سوزنی گل بوئے ہیں میرے لئے باغِ جناب

دید کے قابل ہے روئے آسمانِ وقتِ سحر
شام کے خورشید کا وہ ڈوبنے کے دفر

شام سے مجھ کو غرض کیا صبح سے کیا مدعا؟

ایک سی ہے خانہ تار یک میں صبح و سنا

دلِ رازِ اکھوں نکلے ہیں نضالِ دشت میں
آج کو کی وہ شعلہ مہر سے آؤں زینتیں

صحن ہے گھر کا مری نظروں میں صحن کو ہمار

اور ہے میرے لئے سوری دھلن کی جو تبار

زیورِ تعلیم سے عاری رکھی جاتی ہوں میں
ہاں سی سوک سے والی تپا ہوائی ہوں میں

سیم و زر کی ہے سکھائی جاتی مجھ کو اُستتی

ادم مردوں کا ہے ہم ہیں پتیاں ستار کی

قتیلوں کے پاؤں میں ہوتی ہیں چاری بڑیاں
چھید دیتے مجھ کو کے کان ہیں بہر نشان

ہیں غلاموں کے گلے میں ڈالے طوقِ گران
ڈالے نختوں میں پست ادھنی کے بائیاں

مجھ کو بار بار صلب ہے نہ جانیں کون سی لقصیر میں
 ہوں جنم سے آج تک جگر ڈی ہوئی زنجیر میں
 دیو کی کے سدا لائی ہوں ترسے در پر نکل
 سن رفیق بیکیاں اسن تکھیر درانہاں
 اور مردوں نے تو میری باندھ رکھی تھیں
 شکوہ سبوں کا مگر قید ہے تیری آستان
 شرم کی زنجیر میں میرا دل غمدیدہ ہے۔
 میری خاموشی کی ہنسک فغاں پوشیدہ ہے
 راندہ ہے پیٹھے میں ہر سے کر نہیں سکتی
 لڑا کھڑا ہے اسے کہتے ہوئے میری زبانی
 جل گیا دل جل گیا سینہ گیس جل گیا
 جھجھکیں بھی غیرت نہیں کیا سجھتا عالی شان
 رک گیا کیا ہے تری عزت بچانے کے لئے
 لکشی ہے تیری محفل میں بچانے کے لئے
 بھاڑ میں ہوں میں جو تنہا تو مجھے پر تو آئی
 مجھ کو اپنے درد کا تیری قم کاڑنا نہیں
 صبر جو گشتی میں ہے وہ اہٹک کھوئی
 ہاں مگر ادا کا دکھ یوں سہا جاتا نہیں
 کیوں نہ ہو پرزے کلیجہ کیوں ہو کرے جگر
 کوڑیوں کے مول بگتے ہیں مے فہر نظر
 جھوٹے ہنسکے ہیں کبھی کے رات موہن بیکر
 باوہ غنڈت ہیں سرشارا نہیں ہر شیار
 سو رہے ہیں ساری نیندیں نہیں بیدار کر
 زندہ ہو ممکن تو یہ نقش سیر دیوار کر
 بانسری کی تان سے کر دے یہ نکلے دلنشین
 مسند آرا لوٹ دیوں گے جاتے ہو سکے نہیں

دیب کالا

آمد کی تیری پاک خبر۔ دیب کالا! ہے سر بسر نویدِ نغفر۔ دیب کالا!
 دلِ سرِ کمانہ غم کا اثر۔ دیب کالا! باندھا الم نے رختِ نغفر۔ دیب کالا!

لنکا سے رام آتے ہیں۔ کوشل ہے شادماں

فرشِ زمیں چو تختہ سرگس ہے گلِ فتال

ریشکِ سحر کیا تر آج مد نے شام کو پُر نور کر دیا در و دیوار و بام کو

سبیری وہ دی کرم نے ترے خاصِ دام کو رہزن بھی چھوڑ بیٹھے ہیں مالِ حرام کو

انجم ہنسی اڑاتے تھے ظلمت پہ خاک کی

خاک کی دیوں نے آنکھوں میں خاک اُنکی ڈال دی

آئی جلو میں تیر خوشی ناچستی ہوئی ہے ساتھ سیم وزر کی پرئی ناچتی ہوئی

یاں مجھ کی جتنی دھوپ کھڑی ناچتی ہوئی حاضر ہوئی وہ چاندنی بھی ناچتی ہوئی

مہتابِ آفتاب کو ہے کون پوچھتا!

آنکھوں میں کج سب کی بسی دیب کالا!

تاجِ کاکھڑ دیا تری چشمِ کرم نے گھر و ہقال کا دانہ دانہ ہوا خرمنِ گھر

نادار کی ہیں آنکھیں لگی آسمان پر آئے گی آج کلشمی چھپر کو بھاڑ کر

ہے بادشاہ یا کوئی بے کس فقیر ہے

رحمت سے تیری آج امیرِ کبیر ہے

پہلے عام رحمت فیض و سخا کی رات ہے سرسبز کرم کی سراسر عطیہ کی رات
ہاں! ہاں! ایہ ہے عنایتِ حق خدا کی رات پرانے کی دین کا ہے اور دیا کی رات

افلاک سے برس رہی چھم چھم ہیں برکتیں
کیا ہے جو کوئی بدلی برس جاتے ہند میں

اے دیب لگا! رہا جان کرم ہے نام شاداب تیرے فیض سے آفاق ہے تمام
جہالت کی سرزمین ہوئی افلاس کا تمام ان اہل ہند کا کبھی اقبال تھا غلام

آب ہے ہماری گچھ یہ نظر دیب مالکا!

ہاں! ہم پہ بھی کرم کی جھڑی کوئی گم لگا
پرنور گچھ سے دشت بھی ہے گستاں بھی ہے روشن تری جھلکے زمیں بھی ہاں بھی

منہا فیض تیرا جہاں بھی، جہاں بھی ہے ہاں! ہاں! تری تجلی یہاں بھی ہاں بھی

جھلکی کیا ضیاء تری انسان کے دل میں بھی

کیا تو مٹا سیکھتی جہالت کی ترسیر گی؟

ہندوستان میں! جہالت کا راج ہے اس تیرہ کوٹھری کی گچھی شمع آج ہے

لٹھیا کی مردوزں کو یہاں جتنی ہے چلتا سہارے غیر کے سب کا م کاج ہے

آمد کے تو جلیں گے تری جا بجا چہرے

گھر گھر میں تو علوم و فنون کے جلا جریں

عایہ نظم اخبار ہندوستان کے دیب مالا ہند میں چھپی تھی ایڈیٹر صاحب نے
کسی اور صاحب نے کچھی شمع کی جگہ شمع روشن کر دیا۔ لفظ میں جو نقص واقع ہوا
وہ ظاہر ہے اور اس کا ازالہ فرما کر روشن، لکھنے سے ہو سکتا ہے۔ شاید لفظ آج کے
لفظی معنی کچھی شمع کے خلاف واقع ہوئے تھے آج سے یہاں مراد ان دنوں
”آج کل“ ہے ہندوستان کی موجودہ حالت کی طرف اشارہ ہے۔ اس دلی کی
خاص حالت کی طرف نہیں۔

کام دھین

فلک است آتری ہوں رے زمیں پائی ہوں ہزار قدر ہے توفیق ساتھ لائی ہوں
 بشر کیو اسٹے ایک شان کسب لائی ہوں کہہ دو تامل کی سو سال کی کسائی ہوں
 زمیں نرگ ہے تو اسکو سنگ کر دوں گی
 ہوں کہتی شرط سے جسے لوجھتی کا پھر دے دوں گی
 ہنسی اڑانا میری انوکھی خلق ہے ہر حال میں سرا دیتا ہوں کا منہ
 مری رگول میں برے ہیں گئی اور ابد وہ عقل دشمن کی صورت یہ نور کا گھر
 ٹھکانہ علم کا مخزن ہوں زور و طاقت کی
 ہے بوند کو کدھر سے تھن کی نہ رامت کی
 فناء کیا کبھی جہا گئی کا پرچہ دیکھا فقیر گوشت نشین کے تھا دل میں صلہ کیا
 سہ سہا بار کی فوجوں کا سیزان بننا کٹی میں روٹی نہ تھی قصد تھا ضیافت
 ہزار خواہے کھراک آن میں اگل ڈالے
 اندھیرا ہے کہ راجہ تھا دنگ جیت سے
 دل پہ دل حیران نصیر تھا شاہ پسر نہ ہونے سے ہوتا تھا خانماں بڑا
 کھٹکتی کانٹے کی صورت تھی حسرت اہلا رشی و ششٹ نے شفقت دی کلیہ مراد
 ہزار جان سے راجہ نے میری خدمت نہ کی

۱۰ ہشت کی گائے۔ اس سے جو مراد مانگو پوری کر دیتی ہے ۱۱ کام دھین
 آن رتوں میں پیدا ہوئی تھی۔ جو دیتا ہوں اور دیتی کے سہارے کو بونے سے برآمد
 ہوتے تھے ۱۲ پڑاؤ کی روایت کے مطابق گائے کے جسم میں سب لوناں اس
 کرتے ہیں ۱۳

تو دی وہ گھٹی کہ گھنٹوں میں بھر گئی جھوٹی
چیتا میرا وہ گوالا لاڈ کا پستلا، بدن کا جس کے سر اسر غیر مکھن تھا
وہ جس کے ہونٹوں سے مرث کی بھر گئی گنگا وہ جس کے مرگ کو راہ بقا بن ڈالا
حیات یا د میں اُس کی سدا تر پنی ہے۔

نہور جس کا تھا گستا وہ میری شکست ہے
نہیں محفل عزیز وہ کچھ مذاق نہیں نہ آئے مغربی تحقیق کو نہ آئے یقین
نہ دیکھے نہ کو نہ دیکھے یہ خیم غا ہر میں ہے ایک سینک پہ قائم مرے تمام نہیں
مزا ہوا لوں میں جوئے سے نکال سینک اپنا
کرے زراعتیں پیدا، زمین سے کسنا

ہے کج سارا جہان بیہمان بھارت کا تماشا یہ ہے کہ خالی ہے خان بھارت کا
عجیب گھمصر میں ہے کسان بھارت کا ہزار خیر فدا کہ تماشا ہے مان بھارت کا
جو چاہو، معجزہ جہا گئی کا کھسپہ دیکھو

تو لو! گھنٹوں سے میرے خزان آرزو بھر دو
ہے اہل ہند کی حالت ویسے بدتر پسر تو کیا کہ نہیں لیتی یاں جنم و فتر
ہیں کج کل سے، تو کل ہو گئے آج سے کمتر یہ زندگی ہے کہ ہیں سب اہل کے راؤنگر

جو مردہ قوموں میں نام اپنا ہو لکھا لئے سے غار
بقائے نسل کی کھٹی ہے میری دودھ کی کھٹا
کرشن و پیم کو پیدا میں پھر سے کرونگی ہزار لعلوں سے گو دین تماری بھرونگی
سیاسی میٹیاں رگھو پیر سے پسر ونگی جو چیز چاہو گے مانگے سے پیشتر ونگی
مگر یہ بات پتے کی ہے۔ یاد تم رکھن
رکھو نگی شاد نہتیں۔ مجھ کو شاد اتم رکھنا

مے سیتا ملتا نصیر ہے۔ مے شری نام *

آہ! بزرگ ہند!

(دادا بھائی نوزوجی کی وفات پر)
 بزرگ ہند! ہمیں کیوں ہے جھوڑا؟ ہے! ہے! قصور کیا؟ جو ہے ٹولنا طوطا ہے! ہے!
 ہے سارا ہند تجھے ہاتھ جوڑتا ہے! ہے! ہے عین وقت پر مت ہم سے موڑتا ہے!
 دلوں کا دلولہ دل ہی ہیں نامت م رہا
 کند ٹوٹی جو دو چار ہاتھ بام رہا
 تجھے تھا قوم نے ہمت کا دیوتا مانا تجھے تھا قوم نے جرأت میں سنبھوتا مانا
 تجھے تھا قوم نے آفت میں ناخدا مانا تجھے تھا قوم نے بے لوث سورا مانا
 تھی پہلے ملک کی۔ اپنی بھلائی پیچھے تھی
 تو آگے آگے تھا۔ ساری خدا کی پیچھے تھی
 کبھی تو ہو گیا استاد۔ اور کبھی نا بے کبھی تو ملک کے اندر رہا کبھی باہر
 کبھی تو بن گیا دیوانِ عام کا ممبر گواہ بن کے کمیشن میں تھا کبھی حاضر
 ہزار سوانگ بھڑے ملک کی محبت تھے
 ہزار رنگ دکھائے وطن کی گفت تھے
 مزا جو لگا تو یہ کہ کسے ہو گیا شاکر ہوا جو ہونا تھا۔ ہوتی یہ کیوں ہوں صابر
 ابھی ہمیشہ بہت جینا ملک کی خاطر۔ تن نزار! عذاب علم سے ہو چولا غر
 یہ سوچ کر بہت عرصہ سو گوار رہا
 بس اب وطن کا ہی سودا رہا خسار رہا

اجل سے تیری طبیعت نہیں خیزیں کی
اجل سے تیری ہر جہت تر نہیں کس کی
مناتے سالگرہ کل تھے باؤں کس کی؟ جگر پہ موت اب گر ہیں پر گشیں کس کی؟
تھے کل سورج کا بچھو بیٹھے روتے ہیں

ہیں داغ قوم کے پسینے پہ آنکھ دھوتے ہیں
یہ در سے تیرے نکلتا جلوس شادی ہے؟ سورج ہند کو ملتا ہے یہ سناوی ہے؟
ہمیں کس لئے گھڑائے صدا دی ہے؟ نہ تھا پتہ کہ نہیں شادی بھرا دی ہے؟

تھے باز دھنے تھے آئے سورج کا سہرا

گلے میں اپنے خس و خاک کا بندھا سہرا

جو بالیکس کا ہندوستان میں چرچا ہے وہ تیری دانش و تدبیر کا نتیجہ ہے

ترے ہی ہاتھوں اٹھایا ہوا یہ پودا ہے ہزار حریف تو جانا ہے اور یہ نہنا ہے

ہم اس کو یاد سے تیری ہمیشہ پہنچیں گے

جو سمجھ کو دینا ہے پانی وہی سے دینگے

قلق میں لکوا رہا تھا یہ چین حاصل ہے جگر میں گھر ہے کیلے میں تیری منزل ہے

ترے بیاں کی تصویر میں گرم محفل ہے کھٹن ہے ملنا تو چھٹنا بھی تیرا مشکل ہے

نظر سے دور رہی۔ تو دلوں سے دور نہیں

ہمارے گھر میں ہے جب محفلوں سے دور نہیں

اٹھائے جاتے ہیں وہ لاش اجل کے آنگن میں ہمارے گھر میں پڑی لوٹ روز روشن میں

یہی تو کہہ کے کہو ہمارے ہر دلکش بیٹوں میں کرگی روح مری کام قوم کے تن میں

ہے نام سے ترے حب وطن کی جس باقی

رہے طفیل ترے دل کی کانگر جس باقی

آچاریہ

آچاریہ نے عالم کو رہ راست دکھایا
 غافل تھی بڑی خلق اسے سوتے جگایا
 اگر عقل کا اقوام کو آدم کی سکھایا
 حیوان تھے انساں انہیں انسان بنایا
 حیوان سے انسان کا رتبہ دیا ہم کو
 آچاریہ نے آدم سے فرشتہ کیا ہم کو
 شفقت انہی کی تھی کھلے سارے گویا
 تعلیم دینے میں نہ کرتے تھے تاویل
 کرتے تھے میں فاختہ خالی گل و بیل
 تیری گواہی تھی یہی لغو قفل
 سب انکے تھے شاگرد یہ استادوں تھے
 سب چھوٹے بڑے ان کیلئے سجدہ گناہ تھے
 یہ راجوں ہمارا جو کہ لڑکوں کو پڑھتا
 اور مانگنے ان سے کہی اک کوڑی شہ چاہتا
 شہزادے گداؤں کا سا کچھ کول کھاتے
 اور ساتھ کی بستی سے غذا مانگتے لہتے
 کچھ راج کوند ہونے کا ناز ان کو نہیں تھا
 آچاریہ کی کٹیا میں ہر اک خاک نشیں تھا

علا آج کل ہند برہمنوں میں ایک ذات اچاریوں کی ہے۔
 جو ترک سنسکار کراتی ہے۔ اور لوگ اسے چوتھے تک کے روادا
 نہیں۔ کچھ ان کا قصور ہے۔ کچھ تو کم کا ہرمانے نامنے میں تو آچاریہ
 وہ ہوتا تھا۔ جس کی فضیلت اس نظم میں بیان کی

سب آج کنور جن کو پتا کہ کے بلائیں وہ جن کو مہاراج سرونگھوں پر بٹھائیں
 مسند پہ جگہ دیں انہیں اور سیس لڑائیں ملنے اکابر سب انہیں لینے کو جائیں
 آہ آج زمانے میں بڑا حال ہو اُن کا!
 سب خاک میں مل جائے جو اقبال ہو اُنکا!

ہر طرح مبارک تھا جس آچاریہ کا مقدم جس بزم میں ہو، یمن دہاں گرتا تھا ہم
 کئی ایک نظر سے سبھی شمع غلشیں غم شادی میں نہ ہو یہ تو سمجھنے اسے ماتم
 آج اُن علامت پہل سے موت کی سمجھے
 شادی پہ تو کیا! گھر میں یونہی لے نہ دینگے

اعزاز سب اعمال کا صادق! ہے نتیجہ ذائقہ کی کبھی ادھ میں اندھیر چھا
 آچاریہ دیا مند نے یہ راز بتایا۔ شور ہے برہمن جو نہو وید پڑھاتا

جو مرتے کی ہیں راہ سدا کئے رہتے

کیا سمجھے اگر کوئی انہیں موت نہ سمجھے

بند کے تو لازم ہے کرے بند سے اُفت آچاریہ کا ہے فرض نہو تو گزشت
 کچھ قوم کے چنے کی کرے دہرم سے حکمت ہو سچے برہمن کی طرح رہبر ملت
 پنج جائیں اگر ایسے ہوں آچاریہ ہمارے
 دن قوم کے پھر جائیں بد لکائیں ستارے

رام کی دھج

اٹھ اسے دھج رام کی تو لہرا کہ نیرا لہرانا اپنی جاں ہے
 کبھی پھر کتنی تھی تھیں اپنی یہ تیرے لہرانے سے عیاں ہے
 تو کس کی نرسیت میں ہے تڑپتی؟ تو کس کی نعلت کی نوحہ خاں
 صد بھی ہے کچھ میں لب بھی ملتے بتا بتا اکس کی داستاں ہے؟
 بند تھے ہم کبھی جہاں میں تری بلندی بتا رہی ہے۔
 کبھی ہماری تھی جیت جگ میں یہ تیری جے جے جتا رہی؟
 تو را جھول کو بھگا چکی جب۔ تو جگت رشی کار چا چکی جب
 تو ظلم ظالم پہ ڈھا چکی جب۔ ریشم بر دم کھا چکی جب۔
 دغا کو اوپ اٹھا چکی جب۔ جھٹ کو پناہ دے کھا چکی جب
 تو کام شیوں کے آچکی جب۔ بھول کی بگڑی بنا چکی جب
 پھر آزمائش کا وقت آا۔ تجھے کوئی پہ رکھ کے رکھا
 مگر وہ کندن تھی تو کہہ جوں تھی اترانگ پٹنگھرا

اے جھنڈا۔ دھجے کے ابتدائی دن رام کی دھج نکالتے ہیں۔ اس
 جادو کو دیکھ کر آنکھوں میں سماں بندھ گیا۔ اس نظم میں وہ کیفیت
 بیان کی ہے۔
 ۲۰ گیم۔ و شامستر کا

تھا ورم کس جنگ کا۔ کہ ناگہ بجھے اچھوٹا سے لے چلے تھے
 نہ ساتھ تھے کرنا نہ باجے نہ پیڑ بھوت کے سج رہے تھے
 یہ ٹھٹھا کھٹ کیا کھٹا۔ کہ لوگ تجھ کو نگاہ حسرت سے دیکھتے تھے
 صفا کی صورت! وفا کی صورت! یہ ساز کیا تجھ میں راز کے تھے؟
 جو تھا شجاعت میں تیرا شہرہ تو تھی طاقت میں گم تیری
 یہ تھا سعادت میں تیرا ڈونگا۔ تھے لپٹتے فالیں گم تیری
 کبھی تو سگریو کو مدد دی۔ کہیں کیسا صاف قتل بائی۔
 نہ اس میں جھجکی۔ نہ اس میں ششکی۔ جو بات تھی حق کی سب سے خطر کی۔
 جو ایک بھائی کا تخت چھینا۔ تو وہ سر سے جھپٹ لی کو جنگ دی
 یہ تیرا انصاف تھا۔ کہ اس پر کنگہ کبھی حرص کی نہ ڈالی۔
 نہ تھا اچھوٹا تری اوپر سٹھ ہنومان سا دلاور
 او میں تیری تھی تیری ہی کھف۔ کھف پر دلبری کھچاؤ
 بہانہ سیتا کے تھا ہرن کا، چلی سستم کی تو جڑ ملائے
 تھی دھاک راون کی سفیدوں کی۔ چلی انہیں خاک میں ملائے
 پڑا قدری کے گھر میں ماتم۔ بچائے رحمت نے شاد دیائے
 تیرا ارادہ تھا پاک۔ ورا سمع تو بھیج دی وہ کمک خدائے
 پہاڑ کاٹے۔ اڑائے جنگل مشائے صحر اسکا دیا
 ہوا سے پانی سے آسمان سے اترے جان باز پہنچے لپکا
 دکھائے وہ بیل و تل نے جو ہر کہ بندھ گئے پل سمندوں پر
 پھر اسنے تاشید آسانی۔ گلہریاں آئیں خاک اٹھا کر
 بپا تھا طوفاں بہ اور طوفاں۔ جو نیچے تھا ٹھیں تو بیل پہ لشکر

کوئی اچھل بھانڈ کر گیا واں، تو کوئی طغیان کو دسکے کے مگر
 گئیں شعاعیں رنگ آسمان میں ہوئی جو پیروں کی تیر باری
 پہنچتا منتوں میں سانس کیونکر؟ ہوا چنیتِ انفسِ عطارِ
 تجھے پہنچ بھی ہے؟ اے ہنسا کا! کہ تیرے وہ جاں نثار کیا تھے؟
 وہ سچ پہ گردن کٹانے والے! وہ تجھ پہ جانیں لڑانے والے!
 وہ خاک و لٹکا میں مل گئے؟ یا ابھی کہیں ہیں وجود رکھتے؟
 کہاں وہ تل ہیں؟ کہاں پون مست! کہاں آج اُن کے لڑکے بالے
 جو سچ سے رعیت ہوئے دھجا! تو وہ جیتے پلے گئے، یہیں ہیں
 یہیں ہیں اُن کی وفا کے وارث۔ نشان اُنکے بچے یہیں ہیں
 نہ زور بازو میں اب ہے باقی۔ کہ جنگ کے دن سجھے آنکھ لائیں۔
 نہ خون کی بوند ہے۔ رگوں میں کہ تیری غلط رائے بہا میں
 نہ سر کٹانے کی اب ہے ہمت۔ کہ جاں بقیہ پہ رکھ کے جانیں
 نہ آج وہ علم ہے۔ کہ جس سے جہاں کو لڑنے کے گڑسکھا میں
 مگر۔ ہے پھر بھی پاس تیری یہ جان کہو کہ تجھے بچایا
 نہیں جہاں میں جو تیرا میدان تو دل کے کونے میں بچایا

کتنے نوروز؟

تو کتنی بار اے نوروز! ہندوستان میں آتا ہے۔
 برس ہیں کس قدر پیغام سال نو کے لاتا ہے
 کبھی تو چیت کے پھولوں میں رنگا پنا دکھاتا ہے
 بہارِ رعیش میں کیا گیا گل رنگیں کھلاتا ہے
 دیا نند آبد کا اُتساہ سے آتش مہلاتا ہے
 رعیش کے جلیں نثاروں میں رشی کے گیت گاتا ہے
 محترم کے دنوں خوتاب کے آئینہ بہاتا ہے
 ہمارے حال پر رونا ہے اور دل کو رلاتا ہے
 کبھی سوتوں کے سر پہ دفعۃً اگلے گراتا ہے۔
 سفر کی تجوری میں کس لئے تکلیف اُٹھاتا ہے
 بنا کیا مدعا ہے تیرے اتنے سوانح بھرنے کا
 عیالِ روزِ مسرت میں شبِ فاقہ کرنے کا
 شعاعِ مطلع اُمید تو بن کر کبھی آیا
 شبِ آفات کا تاریک موبن کر کبھی آیا
 سسکتے پیاس سے تھے تو لبوں کر کبھی آیا

لے سکتا بکری لے رشی دیا زندگی وقات سے جو سکت
 آریہ سماج پتھر کرتا ہے۔ لے سنہ ہجری۔ سنہ عیسوی

شہر آب شادمانی کا سبٹو بن کر کبھی آیا۔

کبھی موت وصال کی حیلہ جو بن کر کبھی آیا

کبھی دلدار ہفتا۔ جاں کا عدو بن کر کبھی آیا

بچھالے کو ہمیں تو لالہ روین کر کبھی آیا۔

ڈر لے کو نہنگ شہنشاہ کو ہنس کر کبھی آیا

تو لاکھوں رنگستا نوردوز اگر گشت کی طرح بدلا

مگر پائندہ نہ سو تو نے چھپر کھٹ کی طرح بدلا

بزرگ موم اگر لے کاش اپنے ہر گھبراہٹ سے کبھی صورت میری جانے کسی سانچے میں بچا

زمانے کا اگر رخ دیکھ کر ہم رہ بدگشت زمانے کے جو گئے ہندوؤں پر قہر لگایا

زیاں کیا اگر وہ اقبال میں جا کر بھینچا نہ جانے شہسواروں کی طرح گھڑی کی گول تپا

مثال غفلت اگر کچھ روز یہ بڑھے چل جائے کبھی پھر سوش جاساں پھر سخیل جانے

تو اسے نوردوز ان غفلت کے ماتوں کو جگاتا جا

نہ جا لیں ہم شہر نقتارہ تو سر پر تحجب نا تھا

تو آہ کو جگاتے چار بار آہ سینکڑوں بار یہیں چوکنے جانے چار بار آہ سینکڑوں بار

تفاوت کو مشائے چار بار آہ سینکڑوں بار محبت کو بڑھانے چار بار آہ سینکڑوں بار

شعبہ غم کو گھڑانے چار بار آہ سینکڑوں بار آ

سحر شوکت کی لانے چار بار آہ سینکڑوں بار آ

ہمارے اول تمہا نے چار بار آہ سینکڑوں بار آ

تغافل سے ڈرانے چار بار آہ سینکڑوں بار آ

ہماری عمر کا ایک ایک دن نوردوز ہو جائے

ترقی صبح سعادت کاش اطلت سوز ہو جا

ارواس

پورے راس کے ناک کے جنم پانے کی ماہ کامل کے لبوہام ہنتر آنے کی
روشنی پھیلنے غلام کے دھندلے کی نور حق ارض و سماوات پہ چھا چکا کی
فلکند ہے یہ جہاں میں کہ گرو آئے ہیں

دہ آئے ہاتھ میں عرفان کا سہرا آئے ہیں
آج بھیکو اڑیوں گے گھر کو سجا بیگا کوئی
جوش زرخیز دیکھ گھسی کے جلا بیگا کوئی
اشتہا پر بھول عقیدہ شک پر ہا بیگا کوئی
دوب لائری آمد کی مناسے کھا کوئی

کشتہ داغ سے ہے سینہ گامستان میرا
بے جگر جلتے پھپھو لوں سے چراغاں میرا

میں سنایا ہوا کشت کی شب تار کا ہوا
ساتھ کشتوں میں فدا ہوا اسی سرکار کا ہوا
تیرے چپ جی کو شبانہ روز چپا ہے میں نے
تیری بانی کو عقیدہ ہے رٹا ہے میں نے

تیری منت کا گلہ تجھ سے ہوں کرتے کیا
آستان پر تری جی جاں سے گذرتے کیا
دروہے پہننے میں اک آہ ہوں بھرتے کیا
اک قدم وادیے وحشت میں ہوں بھرتے کیا
نام لیوا میں غضب ڈالتے تجھی پر تیرے

پیروں میں ہی نکلتے ہیں رہبر تیرے
خاک میں ہا ملی جاتی ہے تلقین تیری
موٹی باتوں میں وہ بار یک براہیں تیری

کرتے تعریف کے پردے میں ہیں تو بہن تیری محویت ہوں مذمت ہے کہ تخمین تیری

ہم مٹائے ہیں تری حق کی پرستاری کو

ہم بناتے ہیں نرنگار نرنگاری کو

ہیں تجھے جوش عقیدت پیچیرہ کتے کہیں عیسیٰ کیس مہنی کا ہیں ہر سر کتے

رام اور کرشن سے تو میں تجھے برتر کہتے کوئی کمالی کوئی مہدی کا ہیں مظهر کتے

جو نہیں بھگو ایمیں اجونی کو مفقہ تیرے

پھر موجد رہیں اندرے موجد تیرے

جب دکھا نیکو کرامات تھے کہتے اغیار عجز کا مجھ وہ یوں پاؤں پاؤں سے اٹھا

میں بھی بندہ ہوں مراد اگور وہ کہتا حق کرامات تری واگور کا اذکار

ہم تری سچی کرامت ہیں مٹائے جاتے۔

اٹا کر نادر گورو کو ہیں بنائے جاتے

حق پرستی کا کیا تو نے دیا تھا روشن غیر کو راہ نہ تھی۔ راہ خدا تھا روشن

حق پرستوں کیلئے حلقہ ترا تھا روشن بعد مدت میر تو حید ہوا تھا روشن

بہت پرستی کے سب آکار مٹائے تو نے

جو زاکار کے جلوے تھے دکھائے تو نے

ہم نے خاص رخ رکھا آہ اتری بانی کو دودھ کو پانی کہا۔ دودھ کہا پانی کو

کہہ دیا کلمہ حق کا کہہ انسانی کو رہنا بھولی عقیدت ہوئی آگیا نی کو

گفتہ غیر کو اوتار ترا سمجھے ہم

آرتی کرتے ہیں سزاکار ترا سمجھے ہم

اک بہت کاغذی کو بھوگ لگاتے ہم ہیں رند روشن میں کھڑے رہ جاتے ہم ہیں

دل پریشاں روشن یہ نہی شبنم بجاتے ہم ہیں خوش تجھے کرنے کو گھر لال ہلاتے ہم ہیں

بُت بھی گھڑ لیتے اگر سنگ تراشی آتی
 سوئے پنجاب اودھ چھوڑ کے کاشی آتی
 کوئی سورج کو کھڑا دیتا تھا جل گنگا کا
 تڑنے جل دیے کو مغرب کھٹکھٹا پھیرا
 جو پہنچ جاتا ہے سورج کو زمین پر چھڑکا
 میرے کھیتوں کو بھی وہ پانی ہرا کر دینگا۔
 پھیر قسمت کا ہے۔ دیتے ہیں تجھے ہم باقی
 تیرے ترین کیلئے دسویں تھی ہے مانی
 رُوح تھی تُو نے تن قوم میں پھونکی اپنی
 تُو نے ہستی نہ الگ قوم سے سمجھی اپنی
 قوم میں جان نہ تھی جالی سے وی اپنی
 بادشاہ تو تھا ہمارا تو رعیت ہم تھے
 تُو جو سالار تھا ملت کا تو ملت ہم تھے
 سر کھاتے رہے پیار تیرے ملک کیلئے
 قوم کی رہیں مرے قوم کی خدمت میں جئے
 گھوٹا مرے چپکے جام شہادت کے پئے
 پیاسے بیٹوں کو دم تیغ کے پیانے دیئے
 شاہزادے مجھے جالتے رہے دیواروں میں
 نام لکھوایا شہیدوں نے تیرے پیاروں میں
 آج اسی قوم کی افتاد سے بیزار ہیں کچھ
 کل تک خلیفہ تھے اب پوچھو تو اغیار ہیں کچھ
 اک الگ ہستی توحی کے طلبگار ہیں کچھ
 قوم ناک کی گڑبگڑ وادار ہیں کچھ
 نظریے نظر سے ہیں خودی کا ہے اند نہاد رہا
 واسطے قدرت ابراہیم کو پیاسا دریا
 جلوہ افروز ہے ناک نہ کامل کی طرح
 تیرگی دور ہوئی ہیبت طل کی طرح
 چاشنی ہوٹ ہے ملت لب لباب کی طرح
 پورے میل مٹاے بجز ابھرنے کی طرح
 میری آنکھیں تو ہیں مدت چھڑی سون کی
 ماہ کا تنک! کوئی بھارت میں گھڑی سون کی

کاکھٹنڈی کا لیکچر

کالے کی کاکھٹنڈی

۱۔ کالاپن

بات میں کہتا ہوں نل لگتی سُنو
 روپ کا ہے اور ہے رنگ نکلا سا
 وہ کھٹنڈی کا فسانہ یاد ہے ؟
 ایک زبانی اور ایک رنگی رہی
 ایک سی شکل ایک سی رنگت چنی
 مجھ کو ایسی عار سے آتی ہے غار
 دیکھیں گورہی کچھ کا بھر کیا ہے حال
 کالے تل کا اس میں ہے سارا سنگا
 ایک تو صورت دکھائے رام سی
 ایک تو گوبال سپ راکو دکھائے
 قوم سے اس کو دیا ہم نے نکال

میرے کالے بھاٹیوا میری سُنو
 میرا تم سے ہے بہت ملتا سا
 کیا تمہیں پچھلا زمانہ یاد ہے ؟
 رام کے میری ہم آہستگی رہی
 ایشور نے ہندیوں کی اور مری۔
 تم کو کالے پن سے کیوں اتنی ہے غار
 کالی پتلی کو ذرا دیجئے نکال۔
 گوری رنگت کی ہے کیا ایسی ہسا
 لاکھ اڑائے ہم یہ امریکہ ہنسی۔
 لاکھ تیرپا ہند پر پھبتی اڑائے
 ایک کو اچھا چلا ہنسوں کی چال

لے میل جول

اپنی رنگت کی سبب بھرت ہمیں - اوپری بھاتی نہیں صورت ہمیں

صاف دل ہو رنگ کا کالا تو کیا

خاک کا پتلا ہے ٹھیلانا تو کیا؟

۲۔ قومی ہمدری

میرے کالے بھائیو! میری سُنو
میری ہمدری بھی دیکھی ہے بھی؟
میں کسی ہم قوم کو دیکھوں نہ حال
سُنہ میں جو ملی سکے تو آج حساب رہا۔
گر نہ ہو ہم میں پھر اسے کی توں
کوئی دل والا نکل آیا اگر
فرصت سے ہم پر کہ ہوں ہم میں شریک
کوئی دکھ اپنا نہیں رونا دہاں
بیاہ بہ بھائی اگر آیا نہ بھتا۔
برہمن ہے یا کوئی چنڈال ہے
ایک کو کرنے نہیں انھار سلیم
چھوٹے خود ہو رہے ہیں پاپ چھوٹ
ذات کی تھڑکی کو دل میں کہاں؟

بات میں کہتا ہوں دل لگتی سُنو
ہے جلن کیا میرے دل میں قوم کی
گھر پہ رہ جاتوں پھر اپنے کیا مجال؟
بھائیوں کو اس کے گھر پہ چین کیا؟
ہم کر بیٹے اس پہ فسں یاد و خزانہ
تو وہیں لے لیگا جلی کی ٹھہر
ہوئے ہیں بھائی کے ماتم میں شریک
موت پر بھائی کی ہیں کرتے فتنائیں
ماں آلا ہنادیں اسے کبیا مدعا؟
صاحب دولت ہے یا کنگال ہے
دوسرے سے بھائی چارہ ہے تمام
یاں بچھو رکھا ہے ہم نے پاپ چھوٹ
بھائی بھائی کا ہے بڑا دل بڑا

کیا ہے گر کالا ہے ہنسنا یہ تو ہے

دودھ کا بھائی ہے ماں جایا تو ہے

۳۔ قومی زبان

میرے کالے بھائیو! میری سُنو۔
 تم مری آواز کو جو جانتے
 کس شخص بھی اس کو سدا کہتے ہو تم۔
 مجھ بھیل سا نہیں آتا الالپ
 میں پیسے کی طرح گنا نہ سین۔
 میں نے سیکھی ہے دل سے کائناتیں
 یہ اگر پوچھو مری ہے سنکرت
 میں اسے کلجگ میں بھی بھولا نہیں
 تم کہیں پورپ میں یا دکن میں جاؤ
 راک بیل کا تہیں مرغوب ہے۔
 جائے کو آجسرنی پا پرنگال
 بات ہندی کی نہ سمجھے کیا محال؟
 سونہ پانوں کا نہ جھگڑا چاہئے۔
 قوم کی بس ایک بھاشا چاہئے

۴۔ شادی

میرے کالے بھائیو! میری سُنو
 کیا کما شادی نہیں کرتے ہیں ہم
 ہم میں ہے سدا طریقہ بیاہ کا
 بات میں کہتا ہوں دل لگتی سُنو
 شادیاں کرتے ہیں گورسمیں میں کم
 ہم نے گرجنڈی نہ کافی کیا پڑا؟
 لے آؤ شادی (لے آؤ شادی)

ہیں لڑکپن میں بر سچاری سبھی
 مادہ اور زجب ہیں ہو جاتے جواں
 خواہش بیجا سے ہیں ہم بے خبر
 جاتی بے پردہ ہیں گویوں کے ہاں
 ہم میں گڑیوں کے نہیں ہوتے بیاہ
 ہم میں بیوہ لڑکیاں ہوتی نہیں
 دیکھ لو پھر اس ریاضت کا ثمر
 سو برس تک تو ہیں رہتے ہم جواں
 یعنی ہے اک بال ہو جانا سفید۔
 یاں نہیں محتاج باپ اولاد کا
 جس سے تم بھولے ہو وہ شادی نہیں
 ایسی شادی خانہ آبادی نہیں

۵۔ مذہب

میرے کالے بھائیو! میری سُنو
 ناز ہے تم کو پر بھوکے گھسیان کا
 تم نے لاکھوں رکھ دیے دھان کے نام
 ہم نے جانا ایشور کو شانتی۔
 صبح دم کرتے ہیں ہم حمد و ثنا
 بوجھنے والے ہیں ہم بھگوان کے
 لہ بھر دیکھ پاک۔ سہ کار سہ ایشور پیدا کر کے دالا۔ سہ امر صلح تہ جنگ

ہیں بہت پیل سے ہم کو فائدے
فائدہ جس چیز میں ہو لے لیا۔
ہم عبات میں دکھا دیکوں کریں
نام سے دھانا کے لیں روزی کس
دید پر چالی لگاتے ہم نہیں۔
ہم بنائیں کس لئے دھانا کا گھر
نام پر اس کے عبت لڑتے ہو تم
الیشور اپنا محفاظ آپ ہے۔
تم کرو اس کی حفاظت پاپ ہے

اجازت

لو اجازت! میرے کانے بھائیو!
ہم کو اور تم کو ہے کالے پن کی لاج
روکھنی ہے بھیرتی اس رنگ میں
کمال ہے دنیا میں کالوں کا بڑا۔
جو کہا میں نے کرو خوب اس دھیان
دھیان دیکھو گئے ہوا میں دائیں بائیں
کوئی کو آکر رہا کھتا کاشیں کاشیں

۱۰ جس کی بڑجاکا جاوے

نیا بُست

وحشت کا بُست پرانا بُست بن گیا بچاری !
 وہ بُست بنا کہ سب کے سکھ کی جے لگن ہو
 آفت ہے دل کی موزوں کس بُست نیا بچاری !
 دیکھ درو میں نہم سے ہو جو جدا بچاری !
 اب جیتی مورتی کا درشن کرا بچاری !
 آگے بتوں کے اُنکی دھونی مچا بچاری !
 مندر میں یوں تنہا اس کو بھلا بچاری !
 تو جیکے چیکے دل کی گھنٹی بجا بچاری !
 کر لو سے حق کی روشن دل کا دیا بچاری !
 اب کوئی بُست اچھوتا مندر میں لا بچاری !
 اس دھوپے پیپ سے ہیں کمزور تپیں بہتر
 یہ مسجد میں دید چسکی اور جلوہ دیر میں ہو
 ناقوس کی گرج نے بُت کو کہا ہے بہرہ
 گھی کے دیوانے تیرے دل بھر دے دھوئیں
 بند دل میں چھوڑ ڈال اس چھوٹے بُستے

سیلے میں نیرے کاشی کعبہ ہے اور کلہا
 صادق کی طرح اس کی کر جاتا بچاری

۱ بنا - ۲ جناب خوشی محمد صاحب ناظر کا مصرعہ ہے
 انہوں نے کسی اور ضمن میں تصنیف فرمایا ہے۔ صادق کو اس کا
 استعمال اس ضمن میں زیادہ موزوں معلوم ہوا ہے *
 ۳ مندر
 ۴ شکھ
 ۵ محبت *

خط کامعون بن خلد مت کر بنوالو کو

جو چاہے مرنے کے دکھ سے بچوٹوں تو موت آنے سے پہلے مر جا
جو مر رہے چلیتے جی ہیں دنیا میں ان میں جیون کی بھونک بھر جا
دوا ہو بیمار کے لئے تو - نوا ہو نادار کے لئے تو
عصا ہو ٹولے کا بن سہارا - غذا ہو بھوکے کا پیٹ بھر جا
دہرم کے مندر میں تجھ کو جانا ہے اور درشن ستوں کا پانا
تو بھینٹ ہے یہ ہمارے بت کی - رکھے جھیلی پاپنا سر جا
نہ دیکھ کانٹے ہیں یا ہیں کنکر - برستے سر پہ ہیں اینٹ پتھر
ہیں تارے برساتے پھول تجھ پر بڑھا قدم بیدھڑک گزر جا
کنوٹیں میں مت ڈال نام اپنا - نہ کھود پتھر کے بت میں اس کو
جو یاد چاہے تو مثل سوامی ہو - تو راگہ تک نذر قوم کر جا
یتیم بچے کو روتا دیکھے تو اس کو ماں باپ بن کے کر جا
جو دیکھے بیوہ کو بے پسر ہے - سو بت بن - اس کی گود بھر جا

۱۰ سوامی دیانند جی مہاراج جن کی وصیت تھی - کہ ان کی راگہ
کسی کھیت میں ڈالی جائے - ان کے سامنے تجویز کی گئی تھی - کہ ان
کا بت بنایا جائے تو اس کے جواب میں رشی نے یہ الفاظ فرمائے تھے *

نہ آئے طاغوت جسے ہر ضد نہ سامنا ہو کسی دبا کا۔
 ہون میں تن من کی آہوتی دے جہاں میں رش و یا کی کرجا
 شوگ میں کیا ہے کام تیرا۔ ترک کی چیخوں کا سن بلاوا
 رادھ تو سب سکھ ہے۔ اس میں سکھ کیا ہے دکھ ٹٹے میں سکھ اُدھر جا
 یہ کیا ہے خیرات گھر پر اپنے تر پھک سکھ کو ہے بھیک پیتا
 جو جاتا ہے کوئی ہے دکھیا تو بنے دکھیا خود اسکے گھر جا
 مثال رادھاکشن۔ متا رام چھڑ اپنی خودی کو صادق
 جو چاہے آرام خلق بننا تو اپنے آرام سے گزر جا

۱۔ ہون کا ایک مدعا بیماریوں کا دفعیہ ہے۔ اس سے ہوا صاف
 ہوتی ہے اور ایسی ادویات کے ذریعے ہوا میں منتشر کئے جاتے
 ہیں۔ جن سے بیماریوں کا اثر مائل ہو جاوے +
 ۲۔ مدعا صحت کی بابت روایت ہے کہ جب اُسے شوگ یا بہشت
 میں لے جانے لگے۔ تو اس نے دوزخ میں جانا پسند کیا تھا مدعا
 یہی تھا۔ جو اس شعر میں کہا گیا ہے +
 ۳۔ ۴۔ ان مہاشیوں نے پلیگ کے دفتوں میں بہا دلپور
 میں پلیگ زدوں اور ان کے در و درمیان پسماندگان کی بے عرض
 خدمت کی تھی۔ انہیں کے لئے یہ خطبہ لکھا گیا۔ اور ایک عام جلسہ
 میں جو آریہ سماج کے زیر سایہ ہوا پڑھا گیا +

ایک گناہ کا دل

ایک پردہ دار کو دیکھ کر

پردہ میں جا رہا ہے کوئی دل گناہ کا
 زیر حجاب اس کی گڑبگڑ نظر نہیں
 چلتا کلی میں بچ کے ہے اس کی ذات سے
 کرنا اندھیری رات میں حرکت کے خوف سے
 ہے جرم کو لپیٹے ہوئے سر سے پاؤں تک
 گھر میں ہے تو سب کی نظر سے چھپا رہا
 کھانا بھی اس کا جرم ہے پینا بھی جرم ہے
 چھپ کر تو خیر منہ میں کوئی نقہ ڈال لے
 اغماض و چشم پوشی سے انسان پر آفریں
 ہے کیا دلی زبان میں یہ غول غاں سی کر رہا
 مستحق شاد است یا بیچ گناہ ہے نہ کردہ ام
 جزا بقدر کہ مادر جنس بشر مستحق

عاجز کا ڈر - عا پر ماننا گواہ ہے میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہی تصور
 ہے کہ قوم انسان کی ماں ہوں۔ اس شجر میں اس پھیلی کا حل ہے ۔

تلمک کا ماتم

دیوانہ گرچہ کسی نے تلمک کو راج تلمک
غضب تھا کرتا کہ بالآخر دوست دشمن کے
سوراج لینا تھا دیتوں سے دیوتاؤں کو؟
یہ مانا تیرے ہیں پیر دہی - ہم میں ہمرہ بھی
نہ تھا سوراج مگر تو جہن ہند پہ تھا
بھنک ہے کان میں تیری شبیہ آنکھوں میں
ہمارے ہاتھوں پہ اکٹھا ہمیں خبر نہ ہوئی
ہمارے ہاتھوں سے اُترا ہمیں خبر نہ ہوئی

سوراج کا ہمیں سہرا تجھے پہنا نا تھا
پیر پڑی نہ تھی تجھے کانگریس کی کیا دیتے
نکالنا تیرے گھر سے سوراج کا تھا جلوس
تلمک تھا تخت کے قابل کہاں سلا یا ہے
گلی گلی میں گونجا نا تھا موم رول کا گیت
سہاگ لاد کے محل رواں ہوا تیرا
جنازہ قوم کو بار بار گراں ہوا تیرا

عالمسند نشینی کا چمکا عا بر ماتا گواہ ہے

عالمسند نشینی کا چمکا عا بر ماتا گواہ ہے

کسی کا کیا کوئی عالم میں اعتبار کرے
چرائیں قوم سے آنکھیں جو قوم کے لیڈر
ہیں خبر سے محبت تھی تجھ کو تاروں سے
سنیں نہ اپنے تو پھر کوئی آگے غیروں کے
جو دیکھا پیکر تصویر کا غدی نکلا۔
جو اہل صبر ہو۔ پی جائے زہر کی گھٹی

دفا کرے کہ جفا کوئی اختیار کرے
تو قوم مہر ٹکا ایک کی انتظار کرے ؟
تو اورین میں ہے کیا ؟ وال کوئی پکار کرے
ہزار اشک بہائے فغاں ہزار کرے
ہو جن پیار کے قابل تو کوئی پیار کرے
ہو نا فکیب تو دامن کو تار کرے

مُصیبتوں نے ادھر دل نزار کر ڈالا
نرئی قضا نے ادھر سوگ وار کر ڈالا

ہنسی طبع میں تیری ناٹی بھی شجاعت بھی
جو انگٹا تھا وہی بڑھ کے چھین سکتا تھا
وہ در پر چار و گری کے تری ہے دستار
بیس کے طعنوں نے گھائل کیا ترا سینہ ؟

پڑی تھی گھٹی میں تدبیر بھی جیت بھی
لبوں پہ مانگ بھی تھی بازوؤں میں قیت بھی
ادھر مصیبت پنجاب۔ ادھر خلافت بھی
چھری سے تیز تر اپنوں کی ہے ملامت بھی

کھٹکتے اتنے نہ تھے واقعات سوت بھی
زہے نصیب! ہوئی کرشن کی زیارت بھی

گراں تھا خاطر نازک پہ پھوٹ کا صدمہ
بنا دیا ترے قدروں نے جیل کو تیرے

علا فرشتوں کی مسرانی۔

۲۔ تک مہاراج علم نجوم میں اچھا دخل رکھتے تھے۔ اورین نام
کے ستاروں کے بیانات سے اپنے آریوں کے ابتدائی وطن کے
متعلق نتائج اخذ کئے ہیں۔ اور اس پر ایک کتاب اسی نام کی لکھی ہے
جس کی تصنیف نے اس وقت محققین میں ہلکے مچا دیا ۳۔ غالب کا صبر
ہے کا غدی ہے پیر بن کر پیکر تصویر کا۔ ۴۔ بے صبر +

۵۔ سندی کرشن کی پیدائش جیل خانے میں ہوئی تھی۔ تک مہاراج

ہے دین جیل کی ہمدرد! اپنا گستاخا
 ہیں گانے بیڑی بجا کر کلام گستاخا
 زمیں پر ہوتے آنا تو پھر ملک بن جا
 ہو برہمن کو نرانا نوز نور نقش نماز
 ہے اہل بار کا جھگڑنا حقیقتاً اٹھنا
 قفس کی قیدیوں اربان حریت بن کر
 ہے عار گر مجھے غنچے میں بند ہونے سے
 نہ آگئیں ہونہ بجلی میں ہونہ تار میں
 کرن کی طرح نکل قید سے چمک بن جا
 وطن کے واسطے شخصیت اپنی قربان کر
 حیات قوم کا مرنے سے اپنے سامان کر



بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ :-
 نے گیتا رہسید کی تصنیف بھی جیل میں کی :-
 ۱۰ فرشتوں کی آنکھ کی پستی :-



ہماتما گاندھی کا خیر مقدم

آنکھ کیا آنکھ ہے جس نے نہیں دیکھا گاندھی
 دل وہ کیا دل ہے نہیں جس میں سما یا گاندھی
 تاب بے تاب کی لایا ہے کڑا راستہ ہے
 ہم نئے کس شوق سے دیکھا ترارستہ گاندھی
 خون نہیں حسرت دیدار ہوئی - ہمت ہے
 تین بار آنے کو بھٹا اور نہ آیا گاندھی
 کب کی گندھ آئی تھی دھوکا تھا ہمیں قربت کا
 تھی مہک اتنی - تھا کیا دور سے مہکا گاندھی
 خواب میں تو تھی فقط خواب کی صورت صورت
 آہ! بیداری میں بھی تو رہا اتنا گاندھی
 اس قدر زور جو کرتی ہے - تو اس بھی کچھ ہے ؟
 ناتوانی سے بھی کیا کم ہے تو انا گاندھی
 روح پر جسم کی منت ہو گراں باری ہے
 اس گراں باری سے ہلکا رہا ہلکا گاندھی
 توپ تلوار تو کیا ہاتھ سے خنجر گر جائے
 سر پہ توپوں کے ہے پھر کیونکہ گرجتا گاندھی
 اے ملتان میں - اے خوشبر

ضعف کو زور بنا لیتے ہیں طاقت والے
 ہے دوا درود جو بیمار ہوں حکمت والے
 چارہ گر! کس لئے پھر طالب درماں ہم ہیں؟
 زخم ہنسنے ہوئے کہتے ہیں۔ منکداں ہم ہیں۔
 میہانوں کی ضیافت میں ہوئے جاتے ہیں صرف
 میزبان کیا ہیں۔ کوئی روز کے مہماں ہم ہیں۔
 ہائے! کس ذوق سے ہنستا ہے جو ہم روتے ہیں
 دل لگی کا بھی سستہ کیش کی سماں ہم ہیں
 تار ہستی میں طوالت بھی ہے۔ اور الجھن بھی
 جو کبھی ٹوٹے نہ پورا ہو وہ پیماں ہم ہیں۔
 مہرب پر ہے تو ہے تغل قتل پر اپنی
 حجرہ حسرات کا۔ ارمالوں کے زنداں ہم ہیں
 لب تو کھولے تھے مگر روک لیا حیرت نے
 اپنی خاموشی پر انگشت بدنداں ہم ہیں
 گر نہیں اشک بہانے کا سلیقہ۔ چپ رہ۔
 المیہ دھنپ! پھر آمادہ کھنیاں ہم ہیں
 سیل خوتاب میں کیا کیا نہ بھیجے ہو ٹیکب پھر وہی پیچہ وحشت ہے وہی امن جیب
 اُن کو منظور بھی کھتا۔ کوئی غوغا نہ کرے
 اس میں پھر شکوہ انہیں کیا کوئی شکوہ نہ کرے
 ہم ہرے گرم تقاضا۔ وہ ہوئے گرم ستم
 یعنی اس گرمی سے پھر کوئی تقاضا نہ کرے

مار کر صاف مگر جانا ادا ہے۔ اُس کی
 اس کا ایمان نیچے۔ یاں کوئی دعوئے شکرے
 صاف وحشت تھی۔ جنوں مخا خفتاں تھی الفت
 کوئی دل وے کے یہ خفقان کا سودا نہ کرے
 میری رسوائی سے شرہ ہوا اس قاتل کا
 آپ گمنام رہے گر مجھے رسوا نہ کرے۔
 گرمی سردی بت سفاک کی کس برتنے پر
 کوئی آنسو نہ بہائے کوئی نالہ نہ کرے
 تیرے چمکے سے جو بن ہے چمکتا صاق عشق کی آگ ہے حن بھر کتا صاق
 نالہ ضبط شکن! دیکھ۔ نہ نادانی کر
 کوئی دم حسرت پرواز کو زندانی کر
 ڈوبتے ڈوبتے پہنچے ہیں قریب ساحل
 دیدہ نوح! نہ پھر بحر کو سیلانی کر
 تنکا اچھا کھتا کہ کھتا باغ جناں کا باسی
 چھوڑ پر دیسی متبا۔ عادتِ عربانی کر
 کر دیا مکتب تہذیب نے لاشے تجھے کو
 ہے کوئی شے تو کوئی اور سبق خوانی کر
 کون کتا ہے تجھے؟ رونہ مصیبت کے دنوں
 اشک پوشیدہ بہا۔ نالہ پھسانی کر
 دیوتا خوش ہوں مرے۔ تجھے سے خدا ہو رہنی
 نفس اتارہ کو مار۔ اور نہ تشریفانی کرے
 ہے اسبیلو یہی۔ پاپے مت کر سیرگ۔ مان گاندھی کا کہا۔ سوگ تجھ صادق ابھو
 تیرے عشرات

چھٹو

(ریاست بہاول پور کا ایک اقمہ انیسویں صدی کے آغاز کا)

کہوں کو بیکہ، تھار یا کا حقیقت چھٹو بڑے بے حتی تیری خدمت سے شہاد چھٹو
 سہ گیا تو جولی تجھ کو اذیت۔ چھٹو لب یہ آیا نہ ترے حرفہ شکست چھٹو
 توں شک تھا کہ تجھے جھوٹے ٹکے کی چھٹی
 گالی کے بدلے جو دی تو نے یکا یک گالی
 گالی دینا تو کبھی تھا نہ تیری عادت میں اور نہ کچھ بدلہ چکا دینا ہی تھا طینت
 جائے شک کیا تیری پاکیزہ نظر میں جلوہ گرا یک دگالی کی تھی صورت میں
 گالی دینے کا چکھنا ہی تھا بدگو کو مرزا
 لطف کچھ اُس کو بھی معلوم ہو بدگوئی کا
 رام سے تیری محبت کا نہ تھا کچھ انداز لوصم میں تیری عقید کا نہ تھا کچھ انداز
 تیری ہمت کا شبیعت کا نہ تھا کچھ انداز صبر کا فوق صداقت کا نہ تھا کچھ انداز
 تجھ پہ چھو کا بھی گھسیٹا بھی تجھے مارا بھی
 بل بے مروتانگی تیری! تو کہیں ہارا بھی؟

عہ حلاوت تھا۔ عہ ایک مسلمان نے پکڑے لئے اور کہا کہ متوڑے
 ہیں۔ ساتھ ہی گورو کی گالی دے دی۔ جس کے جواب میں چھٹو نے پیر
 کی گالی دی۔ سارا طوفان چلا اگلے شعور میں بیان کیا گیا ہے اسی کا نتیجہ تھا

نیکدل قاضی تھا بولا کوئی بھنگڑ ہوگا کب بھلے جنگے کو یوں حوصلہ ہوتا ہے کا
کوٹھری پاس بھی چھینکو کو وہاں بھویا ادا کا نشہ اترنے پر اسے پوچھوں گا
دیتے تھے شورہ سہا نے لکھنے کو

پر تھکا بیٹھا تھا تو دھرم پر مر جانے کو

ادھنکار کو کھٹا کھلا ہے وہیں بن جاتا چھیدا تیری زبان کا ہے جہاں یاد آتا
ہے اس در میں بھی تو نیدی کھڑا تا اک قدم راو صداقت سے نہیں باز آتا
گرم لوہے نے ہے گر مایا کو تیرے

صدقی چھین چھین کے ٹپکنا ہے پڑا چھیدوں سے

کہتے ہیں ہونیکو دیندار یہ یاں کو قبول رام کے بھگت بھی اتے ہیں پرتار رسول
مال کیا چیز ہے ڈالی ہے یہاں چلنے پہ چول دھرم جس صلیب سے کھو جائے وہ چننا ہے فضول

دھرم کی راہ میں مر جائے ہیں مرنے والے

مر کے جی اٹھتے ہیں جی حال سے گزرنیوالے

دے دیا قاضی نے فتنے سے مار دھتھر گار کر آدھے کو آدھے پر گراؤ پتھر
دائیں سے بائیں سے ہر پہلو سے پھینکو پتھر اور پتھر بھی وہ پھینکا سے کر دھتھر
پتھروں کی تھی برستی ترے سر پر بوجھاڑ

اور تو ساکت تھا کھڑا جیسے نلاطم میں پہاڑ

رام کا نام تھا کیا گرنج رہا میدان میں نا خدا کھجور لانا تھا ڈوبنے کو طغیان میں

مٹ خود قاضی نے شہر کے ہندو سر پنچوں کو بولا کر چھینکو کہہ صلاح
دے کو کہا تھا

مٹ چھینکو رام کا بھگت تھا۔ اور ان ساری مصیبتوں اور مظالم کے
ہوتے ہوئے وہ رام کا نام ورد کئے جاتا تھا

ایک ٹھٹھی کہ نہ کہتی تھی کسی طوفان میں ایک بھی چھید نہ بھکتی کے ہڈو اماں میں
کب عینٹ ہاتھ سے بدخواہ کے چھوٹا پتھر

وہم پر کوڑا ہوا - تن پہ جو ٹوٹا پھٹا
ایک جنازہ کو حالت پر نری جسم آیا دیکھ کر تجھ کو اذیت میں گھرا گھبرا یا
اور کچھ بن نہ پڑا ہاتھ میاں پر لایا کھینچ کر میاں سے تلوار اُسے چمکایا
آن کی آن میں سر تیرا جدا تھا تن سے
پر وہی دھن بھتی رواں اُڑتی ہوئی گردن سے

جان بے جاں انور ہراسم کہ پر قرباں ہو جا زندگی! اچھنکو کی سنی موت کا سا مال ہو جا
راہم کا وہم - دیانتہ کا ایماں ہو جا درد بن درد - بڑھے درد کا دریاں ہو جا

دیکھ یوں مرتے ہیں اس راہ میں مر بنوالے
مر سکے جی اٹھتے ہیں جی جاں گزرنوالے
ہاتھ چھنکو کا نہ میلا ہی کہیں ہوتا ہے یاد میں اُس کی نہ جلسہ ہی کہیں ہوتا ہے
کوئی تقریر نہ خطبہ ہی کہیں ہوتا ہے اس شہادت کا نہ چرچا ہی کہیں ہوتا ہے
دماغ اس دن کے کھلے رہتے ہیں اک سینے پر
یاد آتے ہی برس پڑتے ہیں ہر سو پھٹا

ۛ یہ ایک پھٹان تھا +

مہاراجا گاندھی ماتم میں

مہاراجا گاندھی کے اعلان پر کہ سال گزر گیا ہے اور ابھی سوراخ
نہیں آیا ہم ماتم میں ہیں جس کے اظہار میں مہاراجا فقط
لنگوٹ میں رہنے لگے ۛ

آج صبح تھے کہ وہ رشک ماتم میں ہے دیدہ عشاق کا نور نظر ماتم میں ہے
بٹھاٹھ کے پتلے نے کیا کر لی لنگوٹی اختیار رو رہی ہے شان و شوکت بکروں ماتم میں ہے
جسکے فیشن پر تھے کل بال فیشن مست تاز آج اکٹاڑ ہے کی چاؤ اور جھک ماتم میں ہے
درست حشت پر ہو قابو چشم ٹرم پر ہو ضبط دیکھنا تصویر ماتم سرسبز ماتم میں ہے
کر گیا طوطی میں بجران کا آئینہ رو ہم ہیں ماتم میں وہ بجرانی اگر ماتم میں ہے
گند ماتم میں بھی تو سر پہ بہت نہیں درد میں دل ہے ہمارا کہ جگہ ماتم میں ہے
آگیا ماہ دسمبر دور ہے اب تک سوراخ کب تک رہ دیکھے چشم رہ مگر ماتم میں ہے
گر چکے صادق بہت منت بہت کی انتہا
اب ذرا چپ رہ کے دیکھو کیا اثر ماتم میں ہے

۱۔ اُن دنوں کی طرف اشارہ ہے۔ جب مہاراجا گاندھی دتھ مسٹر
گاندھی تھے۔ بوٹ۔ سوٹ۔ کالر۔ ٹائی میں رہتے تھے ۛ
۲۔ طوطی کو بولنا سکھانے کا طریقہ یہی ہے۔ کہ اسے آئینہ کے آگے
رکھ دیتے ہیں ۛ

چرنے کا راگ

چرنے کی بھینی رُوں رُوں میں ہیں سننے راگ سودیشی کا
 یہ میٹھا باجا بجنے سے پھر جاگا بھاگ سودیشی کا۔
 پھر کاتا سوت سہاگن نے لیا چرخہ ویش انوراگن نے
 سب چھوڑا ٹھاٹھ براگن نے۔ ہوا خوب انوراگ سودیشی کا
 تھا بستر باندھا دولت نے۔ چھوڑا تھا ساتھ محبت نے
 مرنے موڑا اچھی خصلت نے۔ کیا جب سے تیاگ سودیشی کا
 پھر کھدر شادی بیاہ میں ہو ہر رسم میں ہو ہر راہ میں ہو
 اب دیر نہ اس کی چاہ میں ہو پھر سو ہے سہاگ سودیشی کا
 یہ توپ نہیں تلوار نہیں۔ چرخہ کھنڈے کی دہار نہیں
 تیز اور اس سے ہتیار نہیں جاویری بھاگ سودیشی کا
 پھر نکلے تانت محبت کی۔ پھر چھوڑو تان مروت کی
 پھر جاگے قسمت بھارت کی ہو راگ بھاگ سودیشی کا
 گھر والی چرخہ کاٹے گی۔ گو بنے گی کھڑی کھدر کی
 یہ ہو گی صورت گھر کھر کی۔ تب جاتا راگ سودیشی کا
 صادق ہو موسم ہو لی کی۔ اور دھن ہو بولی بولی کی
 بن آئے ٹھاٹھ کھٹھولی کی۔ سب کھیلیں بھاگ سودیشی کا

چلو جیل کو

سنو لاجپت کی - چلو جیل کو ہونہرو کے ناطی ؟ چلو جیل کو
صدا داس نے دی - چلو جیل کو ہے شوکت کی مرضی چلو جیل کو
وہ کہتے ہیں گاندھی چلو جیل کو

ہو بھارت کے باسی ؟ چلو جیل کو
گورو تیغ نے محل مانا ہے جیل عزیز مصر کا ٹھکانا ہے جیل
شری کرشن کا گھر پڑا ہے جیل نیاکب یہ ہم کو بسانا ہے جیل
وہ بگتی ہے بنسی - چلو جیل کو
ہو بھارت کے باسی ؟ چلو جیل کو

کبھی کا پڑا بیڑیوں میں ہے ہند رہا کب ہوا ؟ قیدیوں میں ہے ہند
گھرا تئی آفتوں میں ہے ہند سمجھتی ہے دنیا مروں میں ہے ہند
ہے چیلنے کی گھٹی - چلو جیل کو
ہو بھارت کے باسی ؟ چلو جیل کو

پس کھاتے غذا لاجپت جیل کی وہاں ان سے ستنا صفت جیل کی
بڑھی ان دونوں منزلت جیل کی - نہ پوچھو کیا تلکنت جیل کی
ہے عزت حقیقی چلو جیل کو
ہو بھارت کے باسی چلو جیل کو

یہ ہے لی پو اوقت رایشار کا ہمیشہ رہا دھرم جو نار کا

ہے کیا خوف بیڑی کی جھنکار کا؟ تنک دو ہمیں ملک کے پیار کا
 کہو بہنو! ”بھائی! چلو جیل کو“
 ہو بھارت کے باسی؟ چلو جیل کو
 نہی مادر ہند ہے جیل میں ہیں تر و دودھ سے جس کے ہتک لگیں
 چلو جیل میں ماں کے درشن کریں کوئی بخشوا دودھ کی دھار لیں
 ہے میا بلاتی۔ چلو جیل کو
 ہو بھارت کے باسی؟ چلو جیل کو

حُبِ وطن

گر نہیں حُبِ وطن دل میں تو گویا دل نہیں
 بزمِ دل قائم ہے یاد و دوستانِ دور سے
 بے ملکین دولت سرا ویرانہ ہے منزل نہیں
 اٹھ گئے جب اہل محفل ہی تو کچھ محفل نہیں
 خشک دریائیں گویا دریائے لبِ ساحل نہیں
 گرد و عشرت سرا پر دعوتِ ساحل نہیں
 دیکھیں کس قطرے کے دل میں بھر تری منزل نہیں
 خاک میں انسان کی کیا اکسیر کی تاثیر ہے
 لاکھ ہو پر دیس صادق! لاکھ غربت میں رہوں
 ہوں وطن میں گر وطن کی یاد سے غافل نہیں

ہیر لاجپت کی قید پر

کسی کی قید سے کتنی ہیں بیڑیاں غم کی
 کسی کو دیتی ہے بندش پیام آزادی
 کسی کے خون سے ہستی ہیں ندیاں ناحق
 ہزار آلتی چھری سے کرے حلال کوئی
 زباں ہلانا تو آتا ہے طفل آدم کو
 یہ جیتے جی کے قہقہے ہیں سرسبز سرکار
 کسی کے آنے سے قیدی ہیں چھوٹے لاکھوں
 کوئی سلام کرے کیا کسی کی عظمت کو
 کہا یہ کس نے؟ تم احکام مانو گا مذہبی کے
 کوئی ہزاروں لٹا کر ہے جیل میں جانا
 کسی کو عیش میں جینا حرام ہوتا ہے
 کسی کو چھوٹنا جس دھام ہوتا ہے
 کسی کے ظلم کا لبریز جام ہوتا ہے
 کسی کے مت امیں تر پنا حرام ہوتا ہے
 مگر کلام کسی کا کلام ہوتا ہے -
 جو سب کو مار دو۔ قصہ تمام ہوتا ہے
 کسی کے آنے سے جس دھام ہوتا ہے
 ہزار فتنہ کسی کا سلام ہوتا ہے
 کسی کے نام سے بھارت کا کام ہوتا ہے
 کسی کو چونچ کا دانہ ہی دام ہوتا ہے
 سترائے سخت پہ صادق! نہ ہو جیو میراں
 کسی کے حکم کا کوئی غلام ہوتا ہے



۱۔ چھ مہینے قید محض - ایک سال قید سخت - سرکار نے آخر ان دونوں
 مقدموں کی سزا میں منسوخ کر دیں ❖

شرمیاں ٹوکس

امریکی چھوڑ ساکن ہندوستان ہوا دہندوستانیوں کو مسیحا بنائے جاں ہوا
رضیت قضاہر فی تراجاں جاں ہوا۔ تم تارا اک ایک نفس نرجاں ہوا

ہندوستان میں عیسوی اعجاز کر گیا

عیسائی کے سر سے ہند کا احساں نکلیا

لوکس لئے لگی تجھے ہندوستان کی جانا تھا کچن حقوق کے مالک بن بھارتی
افریقہ جا کے دیکھ۔ ہیں کہتے نہیں مشلی داسن بچا کے چلتا ہے ہر ساکن بخی

ہندوستان میں رہنے سے ہندی غلام ہے

کالے سے گورے قیدی کا لگنا حرام ہے

کس شیلے جمال نے بھرمایا دل ترا کس شاہد کمال نے پھسلا یا دل ترا

ہندوستانی حسن پہ کیا بول ترا کس با بچپن کے خبط میں ٹھکرا یا دل ترا

ہندی کی چاہ ہے کہ ہوں نیچے ولایتی

تو بول دیاں لنگا لئے لنگا اپنی نسل کی

مے سٹوکس مہاشے بیگ کے واز میں، بیگ زدوں کی خدمت کرتے رہے

ہیں۔ مے کھڑا ہو جا، عیسے کسی مردے کو چل تے وقت ہی لنگھ کر آتے تھے

عسے عیسے کی زندگی کے بارہ سال کے متعلق کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں رہے

نیپال کی ایک کتاب سے پتہ چل ہے۔ کہ وہ آندھڑوں ہندوستان میں تھے اور تعلیم

پاتے تھے۔ عسے سٹوکس نے ہندوستان کی ایک دیوی سے شادی کی ہے۔

ہندی بٹا ہے بلبل یورپ کی تان پر اور تو گرا ہے ہندی کی تلاقی آن پر
صدقے میں بال تلفظ لکھن کی شان پر دل تیرا ڈٹا یاں کی گوار و زبان پر
ہندی کو ہندی بننے کے سب گرسکا گئی

تیری ادا ادا اسے ہندی بنا گئی
خدمت کا حق وہ گود لئے لے گیا ادا مانا کا اپنے بچوں سے جی کھٹا ہو گیا
فتن گان میں پڑ کے بیٹے کو سودا ہی رہا مانا کا پاک ٹکڑا نہ آنکھوں سے ہو جدا
میاں میں یہ سوتی ہو سیٹھا پلنگ پر
دھول ایسی آن بان پہ خاک ایسی ننگ پر

ہندی کا حق ہے پینا چکی گھر گھر ہندی کا حق ہے پچیاں کھانا گھر گھر
ہندی کا حق ہے سوتا زمیں پر پٹھر پٹھر ہندی کا حق ہے ٹی دیہیں ہر جہاں ہو
انسانیت سے گرنے یہ ہندی کی شان ہے

حق داران حقوق کا ہندوستان ہے
سچے سورج کا ہے طلب گار کون؟ تو ہندی سے بڑھکے ہند کا دلدار کون؟ تو
عیسائی کا وقتہ دار و فادار کون؟ تو عیسائیت کے صدق کا معیار کون؟ تو

عیسے کے چیلے! ہم کو دیا شذیت سکھنا
عیسائی کی بام چرخ چارم سے لے دعا
رسل میں عیسائی اور دیا شذ ایک ہیں - بھارت کے دونو سچے جگر بند ایک ہیں

شاکر و ایک - دوسرا فرزند ایک ہیں ایک آسمانی باپ کے دل بند ایک ہیں
انسانیت کی آن پہ دونو مرا گئے
انساں سے ہونے سچے سے دونو کیا گئے

مے سٹوئس (یہ تھا ہندی) بولتے ہیں - یہاں تک کہ ان کے لڑکے نے انگریزی زبان

بھلا ایک غیر زبان کے پڑے ہو کر سیکھ رہے - جیل میں جاتے پر آپ کا مطالعہ ہی تھا

کہ مجھے یہ چیزیں وارڈ - شکل کرن وستانوں کے ساتھ قید کیا جاتے

واری وطن پر جائینگے

جان کھیل گئے ہیں اب تو ہیں ہر جائینگے
 کہبتک اگر ہے یوں جائینگے ہر جگہ کھڑے ہو
 حوصلہ قابل کا جن کو آزمائے ضرور۔
 گردن خم خنجر خمدار کا ہو گرجا
 روکنے سے تم کو زائد! ہو دوں جانے کام
 تم ہوئے سن سنے ہر جگہ کہ کہ کہ کہ
 وقت ہے صبر آزما فی کا مطہر کا دور
 بی بیوں میں باندھتے جائینگے بندش ہند کی
 شہادت شاہانہ سے نکلیں گا ملزم کا جوس
 دیکھ کر تیرے یہ تیور اور ہو گئے ہوشیار
 ستر پھیل پر لے گئے ہیں صادق ابر فروں
 ”ہم ہیں شیداے وطن واری وطن پر جائینگے“

۱۔ ایک غزل کا یہ پہلا مصرع تھا۔ ہم نے اُسے مقطع کر کے اس
 کی تضمین کر دی۔

بھنگی کا لڑکا گوڑکل ملتان کا ایک واقعہ

(۱)
وہ بچہ کسی کا رو رہا ہے کیڑوں نے اُسے ہے کاٹ کھایا
رو رو کے وہ جان کھو رہا ہے اے مادرِ ہند! تیرا جایا

(۲)
جا کر کوئی روتے کو اٹھا لے بھنگی کا ہے کہتے ہیں یہ لڑکا
ماں بن کے کوئی گلے لگائے ہندو کو تو چھوٹ کا ہے کھٹکا

(۳)
میں روتے کو دیکھ بھی سکیں تو ہندو! مجھے چھوٹ سے نہ بھرا
عیسائی نہ کوئی کرے جھک کو ننھا مجھے پیار سے چمٹ جا

انگلش میڈ

مطلوب ہے ہر ایک شے انگلش میڈ ہیں رہی چیزیں لے بیڑے انگلش میڈ
انگریزی سنسکار سے بنا کر مرستہ بیوی کو ہیں دیکھتے کہ ہے انگلش میڈ

یادِ وطن

چٹکیاں لے دل میں خوب اسے یادِ یارانِ وطن
 گرم ہے اب تک بھی دل میں بزمِ جانانِ وطن
 ہمصفیروں کی وہ تائیں آتی ہیں رہ رہ کے یاد
 آہ! تھے ہم بھی کبھی مرغِ گلستانِ وطن
 ریت کے ٹیلو! ہو تم سے اجنبی کو لاکھ عاز
 ہو مری آنکھوں میں تم ایک ایک ایوانِ وطن
 ہو تمہیں میرے ہمالے - الپس ہو میرے تمہیں
 وادیے کشمیر سے بڑھ کر ہے دامنِ وطن!
 تم میں بھی اٹھتی ہیں لہریں کیا ہے گرہیں ریگ کی
 بحر ہے میرے لئے پُر موج میدانِ وطن
 تھے تنہا رہے ہم کبھی جنوں ہمیں نہرِ ہدایت
 یاد ہے کیا کچھ تمہیں اسے کوہِ میدانِ وطن
 دوستوں کا داں تقاضا یاں ٹھہر سکنا محال -
 آہ! اب تو بن گئے ہم صاف مہمانِ وطن

مے خیر پور ٹائے والی واقع ریاست بہاول پر شاعر کا مقام
 پیدا نش ہے - اس کی یاد میں یہ اشعار لکھے ہیں +
 مے یہ مقام ریگستان میں واقع ہے اور تین طرف ٹیلوں سے گھرا ہوا ہے

منج صورت اپنی صادق ہو گئی پر دلیس میں
کیا یقین؟ اب ہونہ ہو یہ شکل شایانِ وطن

✦

ہے وطن بھارت ہمارا ہند سے ہے ہم کو پیار
ہیں چھڑائے گھر سے یہ کہہ کو محبانِ وطن

حیر پور کی خاک کا ہر ذرہ ہے بھارت مجھے
پوچتا ہوں میں اُسے جو قبلہ محبانِ وطن
رُوبرو وال کی سحر کے تھا ہنسا پہلی ہنسی
ہنستی آنکھوں میں ہے اب تک صبحِ خندانِ وطن

کاش! خاکِ خسیر پور میں ہو مری پرست خاک
میری شامِ عمر ہو شامِ غمِ بیانِ وطن۔

✦

سوامی شردھن

تیری شہرت کیلئے تو ایک گوروکل کم تھا اور بھی ایسے مدرسے کھل رہے تھے جابجا
 کر چکا اپنے لئے تو خوب تدبیر تھی ہادیان ہند میں کینام مٹ سکنا تھا
 پیر فاہ عام کی تجھ ہی نہیں ظالم ہوس -
 وہ مہوں کیا جو سب کچھ بھوکا کر جائے بس
 جھوٹری کے پاس تیرے بن سکے وہ چلے آکر خاک ابرو یاد کے جھونکے سروں پر روکتے
 سر و گرم آسماں تیار سے کیلئے وہ درندوں کی دھاڑیں نعرے دے کر گنگ کے
 آہ! کیا سچی تماشائے علم کی تصویر ہے
 چند نوخیزوں میں بیٹھا ایک دیوبند ہے
 وہ نظارہ محو ہو سکتا نہیں ابشار کا منجیلے نے خاتمہ سکنی کر رہا کر دیا
 ایکل چنے دستخط پر تھانہ تجھ کو اکتفا لاڈلے اپنے بھی گودی میں لئے ڈوب جھا
 ملک آبادی کو ان سے کہلوائی خیر باد
 دہرم ہی تنہا رہا اب تیرے گھر کی جامعہ
 بن میں رہنے پر بھی خاصیتاں میں شری؟ کر کے ترک خانماں تجھ کو طمانیت تھی؟
 بھگوے کپڑے میں خصوصیت تھی کیا سنا کی ہاں گوروکل کی بندش تھی سواں میں توڑی
 آہ! اس بن کے نگر کو بھی تھا تجھ کو چھوڑنا
 تھا جسے ان علم کے باتوں سے بھی منہ موڑنا
 یا ضرورت ملک کو تھی جذبہ ایشا رکی بے لائق مہر و شفقت بے تکلف پیار کی

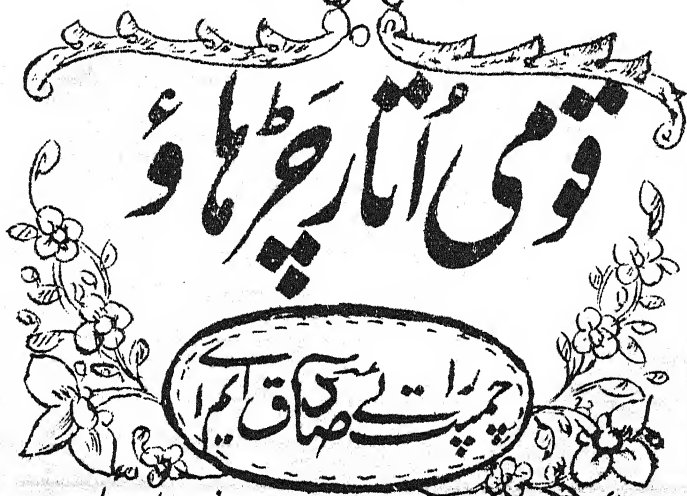
حریت کی پاک سیرت کے علم بردار کی عجز کی طاقت کی شانِ طینتِ خودداری
 بھگوانے اکرپے میں ہوئی تقدیر تیری رہنا
 پیشوا طیت کو رہبر ملک کو کاہل ملا
 شور و لٹ مل کا تھا میتا تھے پیر و جاں ہو رہا تھا ہر طرف سے فتنہ و شر کا گماں
 گر نہ سنیا سی کے ہوتے ضبط میں مل کر لیا خون کی دہلی کے بازاروں میں تہیں ندیاں
 حتیٰ چھڑی شورش کی لگنی غیر ہو جانا تھا حال
 پر تھا سنیا سی کا سینہ آگے سینگ بونے ڈھال
 بسمل اتر سر میں پھرے جان تانہ آگئی کا نگر میں کے آسمان پر یاس تھی منڈلا رہی
 ازل تھے جیل میں تھی شیریں میں بدلی مارشل لاء کی ابھی قائم دلوں پر داک تھی
 چھوٹا کسے کس کی مشاوہ مارشل لاء کا ظلم
 آرٹ گیا ایسا نہ تھا گو یا کبھی دیکھا ظلم
 جامع دہلی کے ممبر پر ترا چڑھنا تھا کیا ہندو مسلم کی یکجہتی تھی غداروں سا
 ہو گئی ایکے کی گو گھر میں خدا کے ابتدا خلق کا تاہم اچھوتوں سے وہی جھگڑا رہا
 نقص بنیادی سے آنکھیں نیچا پرست دتھے
 تیری نکتہ رس طبعیت وہیں بھانپا آئے
 اور ان ہاتھوں کو دے پر ماتا پاکیزگی کاٹ و جڑ ہی تری سچی مبارک چھوٹی
 خاک کو اکیہ کر دے یک بیک درس خودی مس کے حق میں کیسیا ہونا خودداری تری
 بار رحمت سے نہال تو میت پھر تازہ ہو
 منضبط پھر ایٹلاف ہند کا شیرازہ ہو

رشی کا شکر یہ

ایک خوش حالی ترے اک قول کی تفسیر ہے
 ہند موجودہ تصور کی ترے تصور پر ہے
 چترم بننا دیکھتی ہے آج وہ لختے عیاں
 تھے پرکھا کرتے کتابوں میں گری جنکا بیاں
 آج اچھو تو نگو لگاتے پر گلے میں سب تیا
 آج پنچم سے نہیں آتی برہمن بن کو عار
 بیٹھے کو ایک صف ہے ایک بوجھن کی قضا
 آج اہل قوم میں پھر بھائی بھائی سا ہے پیا
 آج روٹی پر نہیں کہتے ہیں بھی ابھی ابائی کی
 ہے محبت آج پھر ہم معنیے پاکیزگی
 دیویوں کو آج شہور کہ نہیں سکھا کوئی
 جلدہ گرا ہے علو میں پھر ہے شان مادر ی
 بیگماں گاندھی نے کی اس میں ہم آج ہی
 صنم نازک صنعت پاکیزہ ہے صنم کی
 ملک کی تحریک میں پھر دیویوں کا ہنڈ ہے
 دھرم ہے جلیوں کی - جننے دایوں کا ہنڈ ہے
 کہہ گھر دلوں میں قوم کے تیرا اصول
 ہے عداوت میں قصے مگر کے لینا فصول
 کیا بیسی الج میں دیسی کے روح کا حصول
 ڈالنے کو نہیں انصاف کی آنکھوں میں دھول

عالم بھان وطن کے سرتاج رشی دیانند باندے آریہ سماج

وید کی تفسیر میں تو نے گناہے چور آٹھ
 ایک ہے ان میں وکالت عدل کا بیودہ تھا
 قوم ہے تعلیم میں اپنی سنبھلتی جا رہی ہے گھٹا غفلت کی اپنے سرے ملتی جا رہی
 ہے دلوں میں قومیت کی شمع جلتی جا رہی مکتبوں کی خوب حالت بدلتی جا رہی
 کل تھے سرکاری دفاتر کے سکول بچیاں
 قومیت کے مندر میں اب ہر جگہ درمیان
 اپنی بولی بھیس اپنا آج اپنا لگے پسنگارے کی دہوتی خوب ترانے لگے
 مرد عادل کا زبان پر ہے جھجک لائے لگے منہ بنائے بڑوں کوڑ ہونہ باز لگے
 تھا بدیسی بھیس پر دیسی حکومت کا جو
 گر پڑا جب پیچ پر دیسی زبان کا کھل گیا
 راج کی بنیاد کیا؟ خود رعایا کا لگان ہے سہارے پر اسی کے مستند ہی کی شان
 خوشدلی سے خلق کی ہے سلطنت کی ان بان ہی تیر حکومت کو اڑاتی ہے کمان
 راز یہ تو نے بتایا وید کی تفسیر میں
 بادشہ خود سر اگر ہو لوگ ٹھیکے روک لیں
 جانتے ہیں ہم ہیں ساری دہوی کو نہیں ہونیں پاتیں ہمارے ہاتھ پوری کو نہیں
 ہیں خلاف لگے بھی کرتے ہی حضور کی کو نہیں تیری بتائی ہیں در سب ہی ضروری کو نہیں
 ہے یہی دھارس لڑ بھتی ناؤ کو یاد مراد
 گرتے پڑتے پیر دہل کو ہے تیرا شیر واد



गुरु हरसुख प्रसाद लामोर बाहेतु लाल जिते मिले प्रेम प्रचिप-

فهرست مضامین

پہلی ٹھاٹھ صفحہ ۸۱

دوسری ٹھاٹھ # ۸۷

تیسری ٹھاٹھ ۹۸

چوتھی ٹھاٹھ ۱۰۴

دیسپاچہ

حالی نے مدوجزاسلام، لکھ کر مسلمانوں کو ابھارا ہے۔ ہم نے اس مدرس کے نتیجے میں جو اربھٹا لکھا ہے۔ وہ بسیط نظم ہے۔ مختصر ہے۔ وہ مسلمانوں کی تاریخ ہے۔ یہ آریو (ہندو) کی مسلمانوں کی تاریخ بہت پُرانی نہیں۔ اور جو ہے موجود ہے۔ آریوں کی ابتدا ابتدائے دنیا ہے۔ اور اُن کے کسی زمانے کے مفصل حالات نہیں ملتے۔ نہایت قدیم زمانے کو چھوڑ کر امائن سے آغاز کیا ہے اور کچھ ٹوٹے پھوٹے حالات مختلف زمانوں کے جمع کئے ہیں۔

آریہ لوگ اپنے زوال کی ابتدا جنگ مہابھارت کو قرار دیتے ہیں۔ اس وقت سے اب تک یہ اتنے گرے ہیں۔ اتنے پسے ہیں۔ اتنے ذلیل ہوئے ہیں۔ کہ آج اس قوم کو ایک تعریف سے پہچانا مشکل ہے۔ تاہم اس گئے گذرے زمانے کی تاریخ بھی زبریں اوراق سے خالی نہیں۔ ہمارا زوال اوروں کے عروج کو شرمندہ کرتا ہے۔

زمانے کی چٹائی میں ہم نے سر دئیے ہیں۔ مگر بے جان دانوں کی طرح نہیں۔ مذہبی و ملکی نظم سہتے ہوئے غیرت قومی کو سنبھالے رکھا ہے ایسی خود ارادہ وحیں ہم میں تھیں جو دولت سے پہلے اجل سے ہم آغوش ہوئیں۔

سولہویں صدی دُنیا بھر کے لئے مذہبی مظالم کی صدی تھی پورپ
 میں لیشیمرا اور رٹولے انہیں ایام میں آگ کے شعلوں میں راکھ ہوئے۔
 پرتگیز اورنگ زیب کے زمانے میں مغربی ہند میں حکمران تھے۔ اُن کے
 مذہبی شکنجے اورنگ زیب کے مذہبی مظالم کو حرف غلط کی طرح مٹا دیتے
 ہیں۔ اورنگ زیب کے چائٹینوں نے پرتگیزوں کی پیروی کی۔ مگر وہ
 کامیاب بادشاہ تھے۔ نہ کامیاب ظالم۔

سنجیدہ مورخ ایسے واقعات کو دو قوموں کی مذہبی خصوصیت کے
 خیال سے نہیں بڑھاتا وہ دُنیا کی لہر کو دیکھتا ہے۔ اور اُس میں ملک ملک
 کے آئینی جہاز ایک ہی سمت میں بہتے پاتا ہے۔ کوئی دھبہ کوئی تیز
 کوئی آگے۔ کوئی پیچھے۔ ہندوستان کو خیر ہے۔ کہ وہ اس وحشیانہ دوڑ
 میں مذہب پورپ سے بہت پیچھے تھا۔

مظالم کی شکایت کیسی؟ وہ اُس موسم کا تختہ ہیں۔ آفریں اُن
 بے خطر آقاؤں کو ہے۔ جنہوں نے ظلم سہہ کو قومیت کی حفاظت کی۔
 مذہب پر قربان ہوئے تھامیں دے دیں۔ اگر ایمان سلامت رکھا۔ یہ
 شہید ہندو مسلمان دونوں کے بزرگ ہیں۔ مذہب نے خون نہیں بلا
 دونوں کے لئے باعشوق فر ہے۔ کہ اُن کے مورث قتا فی القوم تھے۔ قتا
 فی الایمان تھے۔ ذاتی اغراض مذہبی اغراض پر قربان کرتے تھے۔
 کس مذہب کی اغراض پر۔ اس سے غرض نہیں۔ شہادت
 شجاعت ہے کوئی کرے۔

مسلمان اُس وقت دُنیا سے زیادہ سختی کرتے تو واجب
 اتمام تھے۔ دُنیا کا ہی رحمان اس طرف تھا۔ تو چاہے کوئی حکمران

ہوتا۔ سختی کرتا + شواجی کامرٹھ راج اس میں سشنا ہے +
 ہندوستان کی موجودہ حالت متقاضی ہے کہ دولہ ایک
 دوسرے کے بزرگوں کو سا جھا بزرگ جانیں آریہ ہند خوش ہوں۔
 کہ جس قوم کے ساتھ اُن کی بود و باش ہے۔ اور مشترکہ ترقی و تہذیب
 ہے۔ وہ ایک جری قوم ہے۔ مسلمان خوش ہوں۔ کہ جس ملت
 کے وہ ہمسائے ماں جائے ہیں۔ ہمسائے ہی کیوں؟ حقیقی ماں
 جائے ہیں۔ وہ باغیرت ملت ہے +
 ہم نے پُرانی آریہ عظمت کے نظارے رقم کئے ہیں ان
 پر دولہ لیلیوں اُچھلو۔ آج کی گراوٹ کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس پر
 دولہ آٹھ آٹھ آنسو روؤ۔ جمیت کی رگ پھٹ کے۔ ریشیوں کے خون
 میں جوش آئے۔ اور آج کی شرمندگی کل کی ترقی کا پیش خیمہ
 ہو +

آریوں کی چار ذمہ داریاں قوم انسان کی چار جماعتیں ہیں۔ پر و ہست
 لڑاکا۔ صلح جو۔ پیشہ ور چاہے وہ تاجر ہو۔ کسان ہو۔ یا اہل صنعت
 و حرفت۔ اور خدمت گار +

دنیا کی پیدائش سے یہ تقسیم چلی آتی ہے۔ اور اب الہ آباد تک
 چلی جائے گی۔ آریوں نے یہ تقسیم پیدائشی کر دی۔ سو قومی پانی
 کی حرکت بند ہو گئی۔ اور موجودہ تعفن پیدا ہو گیا۔ قدیم تقسیم قابلیت
 کے لحاظ سے تھی۔ اور اس کے کارنامے چاروں ذاتوں کی آبروح
 کے زریں اوراق ہیں۔ ہمارے سخن پیدائشی ذاتوں سے
 نہیں۔ کام کرنے والی ذاتوں سے ہے +

حالی کا بیان نہیں۔ مگر ولولہ وہی ہے۔ مختلف اوقات میں
 لکھے جانے سے مختلف صورتیں رنگ مختلف۔ برہمنوں کا حصہ ۱۹۱۲ء کی
 لہر ہے۔ باقی توجہ ۱۹۱۸ء کا ہے۔ سخن بنجوں کے لئے تنقیدی
 مقابلے کا موقعہ ہے +

چمپت رائے اصناف

جوار بھاٹا

پہلی ٹھاٹھ

تمہیں الیٹور نے بنایا برہمن دیار تہمت از اور خدمت احسن
 کرو متعل علم دنیا میں روشن چہنر کا خلافت پر دو کھول روٹن
 جہاں نور سے جگمگا اٹھے سارا
 زلمے میں ہونا م روشن تمہارا

ہوئی کیا وہ عظمت پرانی تمہاری ہوئی کیا وہ جادو بیانی تمہاری
 ہے مشہور گھر گھر کہانی تمہاری نہیں گرجے باقی نشانی تمہاری
 ہمیں یاد ہے تم غزینہ جہاں تھے
 فضیلت کے مترجم دانش کی کاوش تھی

زمین جن کے زیر نگیں تھی سدا چتر شاہی تھا جن پر بچھاوہ
 تمہاری نگہ تھر تھی ان کے سر پہ
 خدا تپے تھے کرد ہے چتر از سر
 سدا حق دیتے ہو

چھوٹے
 ہر کے نیچے۔ احکام ماننے والی۔ حکمرانی میں۔

بہت مولوی اور پادری نکتہ وال ہیں
 حقوق اپنے ان کو میسر کہاں ہیں
 نہ قانون کا زور تم پر تھا چلتا نہ شمشیر چلتی نہ خنجر تھا چلتا
 نہ بیاں زور و دست سنکر تھا چلتا نہ آژدر تھا چلتا نہ آنکھ کھٹ چلتا
 جو تھے خوف حق اپنے دل میں بھٹاتے
 بختے آنکھوں میں اہل جہاں کی سساتے
 تھی انگشتی سلطنت تم تکیش تھے جو تھی سرور کی جگہ تم نازنیں تھے
 شہ و شاہ بالوں کے مرجع تھیں تھے تمہیں اس بھرے گھر کے گویا مکین تھے
 جو تھے ویش کی روح چھتری کی تھے جاں
 تمہاری تھیں شیدا سب قوام انساں
 جوانی سے بڑھ کر تھی پیری تمہاری عصا تھی قوتی دستگیری تمہاری
 امیری تھی گویا فقیری تمہاری دل افروز و شمنصیری تمہاری
 قناعت تمہارا تھا پاکیزہ جوھر
 جہتی تاجداروں کے تھے زینب افسر

۱۔ برہمنوں کا راجہ ہوتا ہے۔ ۲۔ مولیٰ قانون سے۔ ۳۔ اوپر ہوتے ہیں۔

۴۔ ظلم کے دھتے کا زور۔ ۵۔ سانپ کی ایک صیبت قسم ہے۔

۶۔ سانپ کی ایک صیبت قسم ہے۔ ۷۔ پرانا کاٹا۔

۸۔ آنکھوں کی۔ ۹۔ یقیناً۔ ۱۰۔ بادشاہت۔ ۱۱۔ چھپرکٹ

۱۲۔ مہارانی۔ ۱۳۔ چور کی جگہ۔ ۱۴۔ ہتھ دہلے۔ ۱۵۔ لاٹھی

۱۶۔ مضبوط۔ ۱۷۔ سرد۔ ۱۸۔ سہارا۔ ۱۹۔ اہل کو رہن کرنا

۲۰۔ درشدلی۔ ۲۱۔ تھک کی زینت۔

تمہیں علم کی جستجو مہمیشہ تمہیں صدق کی آرزو مہمیشہ
نرا سچ تھا جو گفتگو مہمیشہ صداقت کی فطرت سے خوشی مہمیشہ
بچھا حرص کا تم یہ پھندا نہیں تھا

برہمن بناوٹ کا بندہ نہیں تھا
کھلے جا بجاتے تھے تمہارے گوروں کے
تمہارے تھے شاگردوں کے جڑوں کے نہ سختی منع فری نہ منع مہمیشہ

تمہیں چھوٹ رحمت مانع نہیں تھی
نہ تھی کوٹھڑی تنگ پاکیزگی کی
جہاں چشمہ علم نلتے - پلٹتے - جہاں جہل پاتے ہٹا کر ہی ملتے
کہیں دید پڑھتے کہیں شاستر لٹے جہاں کی جہالت کا تختہ اٹھتے
نہ کرتے تھے حد بندی راہِ خدا کی

لگاتے نہ تھے پاک دیدوں پہ چالی
سدا دید پڑھتے تھے اور تھے پڑھاتے سدا دان دیتے تھے اور تھے دلاتے
سدا ایگیہ کرتے تھے اور تھے کراتے نہ تھے ہاتھ کی اپنے قیمت لگاتے

وہ پہلی سی تم میں فضیلت کہاں ہے؟
وہ تھوڑے پافروں قناعت کہاں ہے؟
تمہیں سے تھا یونان نے علم پایا - جو وال نور چمکا تمہارا تھا سایہ
تمہارے بگڑنے نے اُن کو بسایا تمہارا تھا جو تھا جو ادروں نے کھایا

علاقہ دہلی - مصر و چین روم و جلال
تمہارے اچھے شہر سندھ لکھنؤ و جلال

سچ مٹا سب سے زیادہ - مٹا صبر - وہ احسان مستند

تمہارا اگر تم تھا کہ دو دوان بنتے تم استادِ اقوام انسان بنتے
ہمہ دان بن کر نہ نادان بنتے نہ یوں دشمنِ جان ایمان بنتے
گدائی تمہارا ہوا پیشہ ہے! ہے!!

رہنا پر رکھا دہرم کی پیدہ ہے! ہے!!
ہم اپنا تمہیں رہنا جانتے ہیں تمہیں ناخدا اپنا پہچانتے ہیں
مسحِ اپنی ملت کا گردانتے ہیں تمہیں دہرم کا دیوتا مانتے ہیں

جو چھو تمہیں مہرِ ہوروشنی کے
ایشِ تم ہو سرِ نائیہ زندگی کے

ہماری نظر میں تمہیں پانتی ہو تمہیں ہو کٹا د اور تمہیں جیمتی ہو
تمہیں ہو آجالا تمہیں روشنی ہو تمہیں دھوب ہو اور تمہیں جاننی ہو
تمہیں نے ہے بھارت کو پھر سے جگایا
دیا شد کا تم نے ہے ورثہ پایا

ہیں دی پرش کے اگر نگہ پرہمن تو کیوں سچ سے ہے ان کی سطح ان بن
انہیں چاہئے جھوٹ کا ہونا دشمن ہے آدی پرش تو صداقت کا مخزن بن

۱۔ کام - ۲۔ عالم - ۳۔ دھرم کے بنانی دشمن - ۴۔ تلار

۵۔ جلا لے والا - ۶۔ سورج - ۷۔ امانت دار - ۸۔

زندگی کی پونجی - ۹۔ سنسکرت کی صرف و نحو (دیا کرن) اشٹا

دھیالی کے مصنف - ایسے وسیع مضمون کو چند اوراق میں بند کر دیا

ہے - ۱۰۔ نیا نئے شاستر کے مصنف ایسا نا شاستر کے مصنف

یہ سب رشی ہیں - ۱۱۔ پرانتا - ۱۲۔ دید میں انسانی جماعت کا نگہ یعنی -

برہمن قرار دیئے ہیں - بعض بھاشہ کار (مشرج) بقیہ کے لئے دیکھو ۸۵

نہیں جھوٹ وضع سے کام کیوں ہو؟
 تمہارے سبب سے ہم بدنام کیوں ہو؟
 اٹھو اپنی اقتادہ حالت سنبھالو
 بعضو میں ہے کشتی نکالو! نکالو! نکالو!
 مٹی قوم اپنی۔ بچالو! بچالو!
 بگڑتی ہے قسمت بنالو! بنالو!
 یہ سوئے کا وقت ہے عزیزو! نہیں ہے
 اجل سر پہ ہے۔ دم لبوں کے قرین ہے
 کسی نے ہے بچیل کو پاک مانا۔
 کسی نے ہے قرآن الہامی جٹا
 تمہارا عقیدہ ہے سب سے چرانا
 معارف کا ہے وید ازلی خزانہ
 سنبھالو! جو ہے گھر میں محفوظ پونجی
 نہیں تو ہوئی ریلک ابھی دوسرے کی
 جہاں میں ہے چھایا انہیہر اسرار
 یہ وہ نیر کی ہے کہ عالم ہے مضطر
 جہالت نے دکھانپ ہے عالم کا منظر
 اٹھو وید کی شمع ہاتھوں میں لیکر
 ہر بجلی کی قندیلیں جو جگمگاتی
 نہیں رُوح تک دشمنی انکی جانی
 ہوئی تشنگی سارے عالم پہ طاری
 مری جا رہی ہے وہ خلقت بچاری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴ - پر ماما کے وراثت روپ کا سر قرار دیتے
 ہیں۔ سر انہیں اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ علم کے سارے حواس سر میں
 موجود ہیں۔ اس پر طرہ ہے۔ کہ خوراک لیتا تو سر کا ایک حصہ منہ
 ہے مگر وہ اپنے پاس نہیں رکھتا دوسرے اعضا کو بھیج دیتا ہے اس طرح
 بھی ایشیا مجسم ہوتا ہے۔ بلا خزانہ عا بناوٹ۔ عا گری ہوئی۔ عا
 موت عا نزدیک۔ عا معرفت کی جمع ولیم حقیقی، یہ ہم دوسرا ستویا
 عا نادوسی۔ عا اندھیرا۔ عا بیقرار بلے چین عا بیاسا

یہ جو دید ہے شربتِ فضلِ باری سبیل میں کرو اس کی عالم میں جاری
 لگے گرچہ پانی کے نل جا بجا ہیں
 مگر آتما تک یہ نل ناسخا ہیں
 کرو کوئی دم آج تم اٹھ کے ہمت رکھی ایشور نے ہے ہمت میں برکت
 نہیں دم میں بیڑا دلو دیگی غفلت کہو گے نئی صدا دق کی سچی نصیحت
 شربتِ زمانے میں محنت کا راحت
 ہے سستی کا انجام اخوس و حسرت

۱۔ پرامتا کی مہربانی کا شربت - ۲۔ روح - ۳۔ پانی
 ۴۔ نہیں پہنچ سکتے
 ۵۔ پھل - ۶۔ آرام

جوار بھٹا

دوسری سٹاٹ

کہاں ہے وہ اولاد بھیم اور کرپن کی؟ وہ باقی نشانی بھرت شسترین کی
وہ سنتان دشرتہ کی پالیے لکھن کی جو کرپان ہے آج پریش کی بن کی
شتری نام کے وہ دلا سے کہاں ہیں
پیشتر کی آنکھوں کے تار سے کہاں ہیں

۱۔ پانڈوکا وہ بہادر لڑکا جس نے دریودھن کو جنگ مہا بھارت
کے خاتمہ پر اپنے ہاتھ سے مارا۔ اور انہی خون سے رنگے ہوئے۔
ہاتھوں سے درویدی کے بکھرے بال باندھے +

۲۔ وہ دلا درسخی جس کے پاس شتری کرشن برہمن کے بھیس میں آلی
ہوئے۔ اور وہ لڑے ہوئے ہاتھوں سے پتھر پکڑ کر اپنے دانٹوں میں
لگے ہوئے سونے کے تار کو ٹوٹنے کو تیار تھا کہ سوا لی خالی نہ جائے۔

۳۔ دغلا۔ سری رام چند کے بھائی +

۴۔ شتری لکشن جی۔ ۵۔ مشکلات۔ ۶۔ پہاڑ۔

۷۔ پانڈوکا بڑا سپتر جس نے اپنے اخلاق کے باعث
دھرم سپتر نام پایا +

وہ راجوں کے سرائے ملکوں کے والی
ملک آستان پر تھے جن کے سوالی فلک رتبہ تھی جن کی درگاہ عالی
کہاں اب وہ ان کی بلند آستان ہے

کھانا زمین ان کا آسمان ہے؟
وہ سچی شجاعت کا دم بھرنے والے ہتھیلی پہ جاں بخاطر دھرنے والے
وہ ادب سے پیشتر مرنے والے دل و جاں فدا عہد پر کرنیوالے
سمجھتے تھے اک کھیل جو زندگی کو
جو تھے جانتے مڑوٹی مڑوٹی کو

وہ نیروں کی سبوں پہ سو جائیو الے وہ راز اپنے مرنے کا بتلایو الے
عدو کو فن جنگ سکھانے والے وہ مگر بھی ملت کے کام آنے والے
تھے میدان میں جنگ کر چکے گستا
اکا است کوئی حرف ان کا نہیں بھٹا

ع۱ دوسرے گھوڑوں سے محمول لائے والے۔ ع۲ رعایا کے محافظ ع۳
فرشتے۔ ع۴ دہیز۔ ع۵ آسمان کے برابر رتبہ رکھنے والی۔ ع۶ ادیبی
ع۷ برہمن۔ ع۸ مرنے والا یعنی جسم۔ ع۹ فانی مطلب یہ کہ وہ جسم کو
فانی سمجھ کر اس کی موت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ع۱۰ ہمیشہ تیار رہنا جب
ارجن کے تیروں سے زخمی ہوئے۔ تو کوئی ماہ تیروں کی سیج پر پڑے رہے
ع۱۱ پانڈو جب لڑتے لڑتے تنگ آ گئے۔ تو ہمیشہ تیار رہے پوچھنے لگے کہ
آپ کس طرح مر سکتے ہیں۔ فرمایا۔ میں نام دے آگے چھڑا رہیوں اٹھاتا۔ چنانچہ
شکستہ لڑی کو آگے رکھ کر پیچھے سے ہمیشہ پر تیر چلا گیا۔ ع۱۲ درون آچاریہ
اور راجہ دروید ہیں دشمن تھی۔ اس دشمنی کے نکلانے کے لئے (دیکھو صفحہ ۸۹)

وہ پھٹے ونا کے نوٹے صفحے نمائش کے بدخواہ دشمن وفاق کے
 تہ دل سے حامی طریق سخی کے مخالف دل و جاں سے قصد و وفا کے
 چکھاتے تھے سرکش کو شمشیر کا پھل
 غریبوں کے سر پر تھے رحمت کے بدل
 شجاعت کے بڑے حکمران تھے ان میں مروت کے بڑے شجاع تھے ان میں
 عداوت کے بڑے حکمران تھے ان میں رفاقت کے بڑے حکمران تھے ان میں
 عدو سے جو میدان میں تھے لڑنے جاتے
 وہی گھر میں دانش کے دریا بہتے

بعید حاشیہ صفحہ ۸۸ - ورو پر لے درشت دیمن لڑا کا پیدا
 کیا - ورون آچاریہ کو اس بات کا علم تھا - مگر جب وہ فوج جنگ سیکھنے
 کے لئے حاضر ہوا - تو فوراً شاگردی میں لے لیا گیا - اور نہایت ہوشیار
 جرنیل بنایا گیا - چنانچہ پانڈوئیل اور کورئیل کی لڑائی میں پانڈوئیل کی فوج
 درشت دیمن کے زیرِ کمان تھی - ۱۳ متعلقہ صفحہ شری کرشن نے
 کور کرشنیتر کے میدان میں ارجن کو گیتا کا آپدیش کیا تھا
 لڑائی - یعنی مجھوری کے عالم میں لڑائی لڑتے تھے - مل کا چھپان
 امن کی طرف تھا ۔

مل شری کرشن جہاں میدان جنگ میں شجاعت کے جوہر دکھاتے
 تھے سلطنت کی مجلسوں میں ان کی صلاح نہایت مدبرانہ ہوتی تھی
 اور ان کی کہی ہوئی گیتا علم الہیات و برہم و دیو کا خزانہ ہے
 یہی حالت دوسرے قدیم بزرگوں کی معلوم ہوتی ہے ۔

وہ نیل اور نل بے مثال انجینئر وہ بھارت کے روشن خیال انجینئر
 لیکن اس جوان کہنے سال انجینئر وہ در پردہ صُن کا کمال انجینئر

بنایا وہ پانی میں جادو کا مسکن

نڈھوٹھے سے پائے جسے چیم دشمن

نہاں ہیں نظر سے درویش شوہر ماں نہیں آج آنکھوں کے آگے سدا مال
 گئے آگے آگے خرا مال خرا مال کہاں اب وہ نقشے کہاں تھ سا مال
 کوئی اس کو بھوٹی کہانی ہے کہتا
 کوئی اس کو گپ دل بھائی ہے کہتا

۱۔ ۲۔ ریاست کشنہا کے وہ انجینئر جنہوں نے مشی

رام چندر اور ان کی فرج کے لئے راز شہر کا پل تیار کر چکا تھا اب تک لاہور

ہیں سچ باوجود اتنی علمی ترقی کے وہ کام ہونا ناممکن ہے :

۳۔ مشینوں کے علم کے ماہر۔ ۴۔ کور وٹل کا راجہ۔ ۵۔

جنگ مہا بھارت میں شکست پا کر در پردہ صُن ایسا چھپا کہ اس کا

پتہ لگانا مشکل ہو گیا۔ آخر ایک جھیل کے اندر پانی سے محفوظ مکان

میں چھپا ہوا پایا گیا۔ یہ مکان کیونکر تیار ہوا۔ یہ کہنا آسان نہیں

شائرین فنی ناؤ کی طرح بنا ہوا ہو گا :

۶۔ چھپے ہوئے ادبیل۔ ۷۔ ارجن کے استاد۔ جنگ مہا بھارت

میں کور وٹل کی طرف سے لڑے تھے۔ ۸۔ درون کا لڑکا۔

۹۔ کرشن کا وہ برہمن دوست جو زمانہ طالب علمی میں کرشن کا ہم سبق

تھا۔ بڑا ہو کر روٹی کو محتاج ہوا۔ نوکرشن کے پاس جو راجہ تھے کیا۔

اور پرانی محبت کا حوالہ دے کر مہر و عنایات ہوا :

گر چکر تو محفل میں آ۔ چند بردی! پتھور کی باتیں سنا چند بردی
کمال شجاعت و کھا۔ چند بردی! لڑائی کا نقشہ جما۔ چند بردی
وہ کھانڈا ہو۔ تلوار ہو وہ تیرا ہو

تری تیغ ہو۔ فوج دشمن کا سر ہو
وہ میوڑ کا سورا۔ کون؟ سانگا وہ ہمت کی تصویر۔ جرات کا پتلا
بدن ہوتا زخموں سے جب چھلنی اس کا لگتا دم تیغ سے اس میں ٹانگا
وہ ابتک ہمیں لٹکے لٹکا رہا ہے
قیامت ہے سونا۔ یہ غفلت فنا ہے

وہ پتھور میں کیا دھڑواں اٹھ رہا ہے نہ شیون نہ ماتم نہ آہ و بکا ہے
نیاں ماں کا رونا نہ غم باپ کا ہے کسوی ٹپہ عصمت کا سونا چڑا ہے

غلہ رانے پتھورا۔ یا پرتھوی راج چوہان کا مورخ۔ چند راسا
کا مصنف۔ پرتھوی راج کے اس نے بہت کارنامے لکھے ہیں۔

غلہ پرتھوی راج چوہان۔ شہاب الدین غوری کے حملوں کو روکتا رہا
آخر اپنے غامض زاد بھائی بے چند کی عداوت کے باعث گرفتار
ہوا اور مارا گیا۔ غلہ رانہ بابر کے ساتھ فتح پور سیکری کے

میدان پر مسکے کی لڑائی لڑا۔ مگر ناکام رہا۔ اور مذمت کے مارے
مر گیا۔ ان کے جہم پر اسٹی زخم تھے۔ جس سے اس کی بہادری
اور بے خوفی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ غلہ جوہر کی رسم۔

راجپوتوں میں جب مرد ہارنے لگتے تھے۔ تو ان کی عورتیں آگ جلا
ائیں گو دہڑتی تھیں۔ اور مرد ان سے بے فکر ہو کر تلواریں سونے تکلی آتے
تھے۔ اور لڑتے لڑتے مر جاتے تھے۔ جب تک ایک بھی زندہ رہتا۔ ہلا نہیں
جاتا تھا +

ہوا کیا ؟ جو چوڑا جھیل نے ہمارا
 رہی آن گھر کی یہ میدان مارا
 ہے گھائی میں پرست کی پرتاپ جانا اُدے سنگھ کے گھر کی عزت بچاتا
 وہ جنگل کے پتوں پہ ہے کھانا کھانا بچھونا فقط پھوس کا ہے بچھانا
 نہ یاں عیش و عشرت نہ آرام و راحت
 وہ خوش ہے اسی میں کہ باقی ہے غیرت
 جو چوڑا بیدار بیروں کا گھر ہے تو پنجاب میدان تیغ و ترسے
 گر جتا رہا یاں بھی وہ شیر زشہ قیامت کا جسکی زباں میں ترشہ
 ہے شیدا یہی ہنسند کی زندگی کا
 یہ مشہور مسکن ہے مردانگی کا

ع۱ اُدے پور کا حب نہیل۔ اکبر کے محاصرے کا مقابلہ کرتا رہا۔ اکبر نے
 موقع پا کر سندوق کا نشانہ بنایا۔ راجپوت عورتوں نے اس
 موقع پر بھی جوہر کیا تھا۔ ع۲ رانا سنگھ کا پوتا۔ اُدے سنگھ
 کا لڑکا۔ ساری عمر مغلوں کے ساتھ لڑتے گذری۔ نہ مطیع ہوا
 نہ رشتہ منظور کیا۔ جن حالتوں میں رہا۔ وہ اس بند میں ظاہر کی
 گئی ہیں۔ اب تک اُدے پور کے رانا رسم کے طور پر سونے کی نقالی
 میں جتہ اور مخملی بچھونے میں پھوس کا تنکا رکھ لیتے ہیں :

ع۳ پرتاپ کا والد۔ رانا سنگھ کا بیٹا +

ع۴ بے خوف +

ع۵ رنجیت سنگھ یا بالعموم سکھ + ع۶ جاے آغاز

ع۷ مقام ٹھکانا۔ پنجابیوں کی بہادری مشہور ہے +

یہ ہے جو ہر جنس انسان کی نگری ہے رنجیت شیر نیناں کی نگری
 ہے گو بندے سے مرد میدان کی نگری حقیقت سے شیرائے ایمان کی نگری
 یہاں آس منچلے میر ہرے کا ہے گھر
 ہے رعب آج تک چنک سرحدیوں پر
 یہاں بیٹے شاہوں نے قزاں کئے ہیں رفو خوئے سے چاک گریباں کئے ہیں
 مریدوں سے آباد زنداں کئے ہیں کٹائے ہیں سرنذر جاں کئے ہیں
 یہاں گرم لوہوں پہ لیٹے ہیں سلطان
 یہاں جلتی آیتوں پہ سوئے ہیں فیثاں

عز رنجیت سنگھ مشور سکھ راجا۔ جس نے پنجاب میں سکھ سلطنت
 کی بنیاد ڈالی۔ اور اس قدر طاقتور ہو گیا۔ کہ آس پاس کے راجہ ڈرتے
 تھے۔ سرحد کے علاقے فتح کئے۔ انگریزوں نے اس سے دوستی
 کا عقد غنیمت سمجھا۔ عہد گورو گو بند سنگھ دسویں بادشاہ خود
 لڑتے ہوئے مرے۔ اور صاحبزادوں کو بھی ملک اور قوم کے نام
 پر تسلیم کیا۔ عہد دھرم پر حقیقت رائے۔ جس کی سمدادھ
 لاہور میں ہے۔ چھوٹے سے لڑکے سرکٹا، قبول کیا مگر مسلمان نہ ہوا
 عہد ہری سنگھ نوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا جرنیل غضب کا
 بہادر تھا۔ سرحدی عورتیں ہریا آیا، کہہ کر اب بھی خنجر بچوں کو
 ڈراتی ہیں۔ عہد اس بند میں سکھ گوروؤں کے حالات ظلم ہند
 ہیں۔ گورو اور جن دیو سے لے کر گورو گو بند سنگھ اور گورو بنادک
 اکثر بے لڑکے تلواروں کی بھینٹ کئے۔ کئی جیاخانہ میں رہے
 اور طرح طرح کی اذیتوں سے قتل ہوئے۔

گرو نے یہ افسوں ہے گردن میں باندھا کٹا سر نہیں تیغ نے ہاں کو کاٹا
 ہے چیدیں نے زنداں کو مسد بنایا وہیں کرتے دشن ہیں سچے گورو کا
 وفا پر ہیں راضی جفا پر ہیں راضی

یہ سائیں کی سچی رضا پر ہیں راضی
 وہ دیواریں سکتے ہیں حیراں کھڑی ہیں یہ ہیں شہزادے کے خور و پری ہیں؟
 یہ من مہنتی مورین خاک کی ہیں؟ یہ دیوار میں کیوں چنی جا رہی ہیں؟
 وہ موتی گرے ایک کی آنکھوں سے

کہ چھوٹا گیا آہِ جنت میں پہلے

ان آنکھوں پر مانا وہ ظاہر نہیں ہیں ہمیں شاہرگش سے بھی بڑھ کر قریب ہیں

۱۔ گورو تیغ بہادر - اورنگ زیب نے قید کیا - اور مطالبہ کیا کہ
 یا تو کوئی سجدہ دکھاؤ - یا اسلام قبول کرو - گورو نے پہلی بات قبول
 کی - ایک دن گردن میں تو بیڈ باندھا - کہ اسے تیغ نہیں کاٹے گی -
 تلوار چلا دی گئی - سر الگ ہو گیا - تو لکھا تھا - سر گیا - سر نہیں
 گیا - ۲۔ جیل خانہ

۳۔ گورو گو بند سنگھ کے دو صاحبزادے - بعد تقریباً دس سال
 دیواروں میں چن دبیے گئے - مگر مسلمان ہونے کو تیار نہ ہوئے -
 دیواریں اب تک سر ہند میں موجود ہیں - چھوٹے گورو دیوار نے پہلے
 بند کر دیا - تو بڑے کی آنکھ میں آنسو آئے - پوچھا گیا - کہ بچھتے ہو؟
 تو جواب دیا کہ افسوس یہ ہے کہ آیا دنیا میں میں پہلے مگر دھرم کے
 میدان میں ہاڑی چھوٹے کو لیتے دیں؟ یہی بہشت +
 ۴۔ زندگی کی رگ - جس میں خون کا دورہ ہے +

ہمارے اندر کیسے ہیں زمانے کے فتوں سے عزت گزیریں ہیں
 جو ان تلخیوں میں جلا دیتے باقی
 تو ہے چاشنی ان کے نام کھو کی
 وہ اسلاف تھے جن کی میں ہنشتانی ہماری حیات ان کی ہے زندگانی
 ہمیں دیتے ہیں نام کو ان کے پانی ہماری ہے دنیا میں ہستی پُرانی
 ہمیں ان بزرگوں کے ہیں نام لیوا
 ملا ہے ہمیں سیرورۃ ان کا
 اگر کھول کر آنکھ وہ آج دیکھیں فلاکت کا ہم میں مثل راج دیکھیں
 ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج دیکھیں خصوصیت گھرا پنا تاراج دیکھیں
 نہ پہچانتیں ہم ان کے روح رواں ہیں
 کیونکہ اسے عالم میں ہوئے کہاں ہیں
 ہے دشر تھ کی اولاد آپس میں لڑتی ہے ہاتھ ایک دوسرے کی ننگولی
 لکھن شتر تھن میں بڑی پھوٹ کیسی بھرت کو نہیں رام کی شرم باقی
 حیدر افسوس! بگڑا یہ دشر تھ کا گھر ہے
 کہ خود باپ بد خواہ جان بھد ہے

ملا رہتے تھے۔ سیرا لے۔ ملا کو شمشیں۔
 ملا کڑواپن۔ ملا سٹاس۔ ملا نیک نام۔ ملا بزرگ۔
 ملا مغسی۔ ملا دشمنی۔ ملا دشر تھ کے خاندان کے
 حالات رانا میں درج ہیں۔ وہ ایک مروت۔ محبت۔ پاس
 لگاؤ کی کہانی ہے۔ اس بند میں کھل کے کہتوں کی حالت
 کا فوٹو دیکھیں پورے ۲۵۰ لڑکا

یہ دھڑلہ ہے جان آجین چلاتا۔ نہیں تبسم سہیلوے کے لیے لہجہ آتا
 نکل پر یہ دھڑلہ ہے یوں دوڑا جاتا ابھی مار کر اس کو گویا ہے کھانا
 آہنسا کا پرچار اچھا کیا ہے۔

کہ بھائی کی بھائی کو بوٹی روا ہے
 دروید کے گھر بیاہ کرنا نہیں ہے جگت کا ہے شمشان، مرنہ نہیں
 پرانی چتا پر پسر نہیں ہے۔ قدم باہر آگن کے دھڑلہ نہیں ہے
 ہمارا اسی میں ہے اونچا گھرا نا۔

کہ بیٹی کی قیمت میں اکھوں چکانا
 یہی بھوج کالیں گے اونچی سنگھان کرینگے یہی نام و کرم ساروشن
 یہی ہیں فضیلت کے دانش کے مخزن یہی تیشین گن ہیں کہ جھگڑو کے انجن؟

۱۔ پانڈوؤں کی محبت کی تاریخ قسم کھاتی ہے۔ مگر آج ان کی اولاد
 کی وہ حالت ہے۔ جن کی ہلکی سی تصویر ان شعروں میں ہے
 ۲۔ بے آزاری۔ ایذا نہ پہنچانا۔ ۳۔ اشاعت۔
 ۴۔ درویدی کے باپ۔ ۵۔ سیتا آتا کے پتا۔ اس بند
 میں کھتریوں کے آپس میں غمیریت کے سلوک کی طرف اشارہ
 ہے۔ کہ ایک دوسرے کو ادلتے سمجھ کر روٹی بیٹی نکال کے
 ناطہ سے پرہیز ہے +

۶۔ راجہ بھوج۔ جو والدہ کے راجہ تھے۔ ان کے راج میں علم
 کی لہر بہر تھی۔ ۷۔ تخت +
 ۸۔ بجاہمیت جن کے انصاف۔ سادگی اور الہ العزیز کے
 قیقہ زبانوں نے وضاحت ہیں +

بنے ایسے دُنیا میں ہیں کب کب کاہل
 نہ آرام کی گوں نہ محنت کے قابل
 ہوئی خواب غفلت ہے بیدار دُنیا ہے اب سر بسر حُیث و مہربا ر دُنیا
 ہے مشرق میں کب کی خبر دار دُنیا ہے مغرب میں سرگرم پیکار دُنیا
 نہیں سنتے ہو کیا وہ تقارے بچتے
 وہ تلوں کے گولوں کے بول گرتے
 یہ کیا کہہ سکتے ہو عدو چرخ و ہوں ہے جہاں مشرق ہے خواب گرتے ہوں ہے
 کرواں غفلت یہ غفلت زبوں ہے اٹھو تم کہ تم میں شواری کا خوں ہے
 شواری کی اولاد ہو مر ہو اٹھو
 جو ہو مر ہو اٹھو۔ آج مر کر ہو۔ تم

سلطنتِ ہند جس میں طوفان کبھی نہیں آتا۔ یہاں مراد ہے نہایت
 سست۔ سست لڑائی۔ سست کابینہ آسمان۔ سست راستہ
 دکھانے والا۔ یہ مرہٹہ سلطنت کا بانی۔ بہادر۔ مددگار۔ نصف
 مزاج۔ رعایا پر دور۔ اس کے راج میں عورت کی عزت۔ کسان کی
 زراعت۔ مذہبی مقام۔ یہ چاہے کسی عقیدے کے ہوں نگاہ برابر
 حفاظت ہوتی تھی۔ آئین سلطنت وہ تھا۔ جس کی نقل آج کے
 بادشاہ کرتے ہیں +

جوابچھاٹا

پتیسری ٹکٹا

تجارت کے بنیاد فتح و ظفر کی تجارت ہے کیا؟ سلطنت بحر و بر کی
 تجارت ہے شہراہ سیر و سفر کی تجارت ترقی ہے علم و دہر کی
 زمانے میں اکسیر کیا ہے تجارت
 ترقی کی تدبیر کیا ہے؟ تجارت
 تجارت سے ممالک ہر قدر دولتوں پر تجارت سے ہوں کنگد قہر
 تجارت سے ہو گنج دولت پتھر تجارت سے ہاتھ آئیں لباس و گوہر
 تجارت نہیں ہے از دولت نہیں ہے
 جو دولت نہیں ہے از عظمت نہیں ہے
 شہنشاہ مہلج ہیں تاجروں کے بکھاری اسراج ہیں تاجروں کے
 زمیں پر اٹل راج ہیں تاجروں کے سمندر بھی زیر آج ہیں تاجروں کے
 فتح سے تری اور خشکی سمندر اور زمین تسلط دولت مند
 طاقت ور۔ سے دولت کا خزانہ

تجارت ہے کلنی سرتاج نور کی

محافظہ ہے تاج کی اور سر کی

تجارت سے بنتی ہیں قومیں تو نگر تجارت سے ہوتی ہیں فوجیں مظفر

تجارت سے ہو خاک باز میاں سر تجارت سے ہو ڈور ہمسر نور

تجارت ہے جو چیز مانگی سہل ہے

یہ ہے کلپتر یا کہ چنتا مٹی ہے

تجارت ہے سر رشته علم و عمل کا۔ تجارت جبر و کا ہے نور ازل کا

تجارت ہے دفعہ جنگ و اجل کا تجارت ہے شیرازہ گویا قول کا

تجارت سے ملکوں میں پتی ہے ثروت

تجارت سے قوموں میں بڑھتی ہے الفت

تجارت کج اہل یورپ میں نیشاں تجارت سے انگینٹ ہے اپنا سلطان

تجارت ہے جاپان کا دین و ایمان تجارت ہے میں اہل پاتال تباہ

تجارت پر ہم کیوں نہ قربان ہو گئے؟

تجارت کے وکد ادہ میں شاہ سانسے

تم اے شہر و دیہات کے رہنے والو جو بستی میں دھان اور تل بیجئے ہو

تجارت سمجھتے ہو اس شخص کے کچھ بزرگوں کے کچھ اپنے بزرگوں کو

ع۱ بادشاہ - ع۲ فتح مند - ع۳ چکنا ہوا سورج -

ع۴ سو رنگ کا وہ درخت جس سے جو چیز مانگو مل جائے +

ع۵ وہ فرضی ہٹیا - جو نہ مانگی مراد دیتی ہے +

ع۶ جمع دولت کی - سلطنتیں - ع۷ دولت -

ع۸ امریکہ - ع۹ چکے ہیں +

یہ سچ تم پہ طاری ہوئی تنگ دستی

کبھی روکھی روئی کبھی فاقہ مستی

انہیں میلے کپڑوں سے تھی سخت نفرت سمجھتے تھے پاکیزگی کو عبادت
سد اتناک کو عٹھوں سے تھی ان کو وحشت کشادہ گھروں میں تھی ان کی سکونت

نہ تھی بے دہی کرتی درباری اُن کی

نہ تھی بے زری کرتی مہمانی اُن کی

وہ تھے دردِ مکھن کے دریا بہاتے مزے سے دہی چھایا چھ بالائی کھاتے
ہمیشہ مرغن چپاتی چباتے نہ سو دیکھیں گے تھے جو ملاتے

سد اُن کے گھر تھیں موجود گاہیں

تھے گھروں کے کھتے بھرے دیں باتیں

وہ لڑکوں کو تعلیم بھی تھے دلاتے بڑی دھوم سے انکی شادی رہتے
وہ تیار تھے ہم سے اچھے منانے گیا اور پرانی ہر سال جاتے

سبب کیا کہ تھی استعداد اُن میں ثروت

نہ تھی بند بھارت میں اُن کی تجارت

مخاطب کا اُن کی خریدار اٹلی دوکانیں تھیں یونان میں اُن کی چلتی
تھے تجارت کے رشتہ سے بلوں مصری تھی مطلوب ایران میں بیخ ہندی

سد چھاتی ہوئی - ع ۲ جوک میں مت پڑے رہنا -

ع ۳ رہنا سہنا - ع ۴ دروازہ نہ ہونا - یہ علامت

ہے - نہایت مغسی کی - جس میں اور دربان کی ضرورت

نہیں - ع ۵ ع ۶ مقدس مقام ہیں - ع ۷ اس

مہر میں واقعات بیان کئے گئے ہیں - کہ تاریخ میں انکی شہادت

موجود ہے

سمندر جہاں کا تھا اُن کے مسکن
 ہوا تھی، ناول کا ان کے نشیمن
 ادھر ان کی پہلی تھی ہر سو تجارت
 ادھر اپنے ہاتھوں سے کرتے زراعت
 جو یا ایک بھائی تھا مصروف صنعت
 تھا وہاں دوسرا رہبر اہل عزت
 کبھی ویش غافل نہ تھا کتب در سے
 خطرات نہ تھی اسکا ہرگز ہمت سے
 زمین پر زمیندار دستِ خدا ہے
 زمانہ اسی کا دیا کھلا رہا ہے
 جہاں میں ہی رزق کا دیتا ہے
 ہے بھنڈا اس کا جو ہر سو کھلا ہے
 ہے جو کھوٹا ساٹھ کے ساتھ مٹی -
 ہے کرتا وہی پرورش آدمی کی
 رت
 تمہیں کھیتی باڑی کیوں ہے یہ قوت
 صنعت سے کیوں اسقدر ہو چکا
 قسوت سے ہے کس لئے اتنی قسوت
 نہیں بھائی کیا بے دعا کی عیشت
 نہ تر کھان اپنے نہ معمار اپنے
 نہ درزی نہ دھوبی نہ لوہار اپنے
 جو اپنی زمیں اپنے ہاتھوں سے بوئے
 وطن کی تعظیم و تکریم کھوتے
 نہ محتاج غیروں کی محنت کے ہوئے
 نہ یوں اپنی ملت کا بیڑا ڈبوئے
 سمجھتے صنعت کو جانِ تجارت
 زراعت کو روحِ روانِ تجارت

۱۔ ٹیچر نے کی جگہ - ۲۔ غبارے - ۳۔ بیلون - ۴۔ مقام
 ۵۔ نقلی کھوشد - ۶۔ کھیتی باڑی - ۷۔ پیشہ ور لوگ -
 ۸۔ دھن کمانا - ۹۔ کمائی



ہیں یوروپ کے لوہاروں کی جانتے ہو اب میں ہیں بلکہ ہر کی کٹاری اڑاتے
نہیں ہاتھ چپائی درزی ہاتھ چلا ہے میں گھر بیٹھے لاکھوں کماتے
یہ ترکھان کیا عجیب سے کر رہے ہیں
کہ بے جاں جہانوں میں چل دیتے ہیں

وہ بٹتے ہیں بی میں دیوان کیسے ہیں لاہور میں ساز و سامان کیسے
تمہارے گھر میں ہیں نگدان کیسے لکھے میز پر ہیں قلمدان کیسے
یو کیا ہاتھ سے تمہارے اپنے بنائے؟
دلاشت سے یا پارسل میں تم نکالتے؟

غصہ سے نہ ٹپنی نہ جھپٹا تمہارا نہ وہ ہوتی نہ اچکن نہ کرتا تمہارا
تمہیں نہ خبر؟ گھر بے بکتا تمہارا کیا گرم غیروں نے چو لھا تمہارا
نہ ہو گئے کہیں خود فراموش ایسے
جو جاپانی تیل سے گھر بچھو دیکھ سیتے

تمہیں کس نے یہ جھوٹی دسکی ملا دی کہ سستی بھی ہے غیر کی منفعت کی
نظر دیکھ صنعت کی خاک آئے غولی کا انکھوں پر پردیسی عیش کا پڑھالی
جو چند سے یہی مغربی بوٹ پہنو
تو پھر شرق کے راستے سے نہ گزرو

میں کیا رازن لہبا در فین برقی کر لیتے ہیں جو دن دھاڑیں بین کبی
صفا فی بہ ان جیب لٹروں میں بھی لے پھر لے ہیں ہاتھ میں کس جانتی
ملا غبارے - ملا محل - غور نمٹ رہیں - ملا اپنے
آپ کو بھول جانے والے + ملا نفع - ملا بچھے -

ملا چہ دلا در است دزدے کہ بجف چراغ وارد

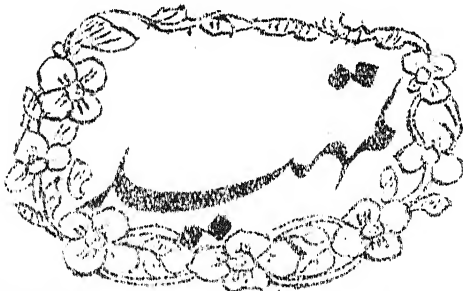
آؤ ۳ م



فک شیدان

یعنی
پنجاب کی لاج والا چیلے کی خرید و بیع
ان کی مرکیہ سے واپسی کے متعلقہ

پیشکش
پچیس سالہ امتداد و قائم



خانہ گھر میں ۱۹۱۹ء کی تیاریوں کے دلاں میں لالہ لاجپت رائے کو ہندوستان
آنے کی اجازت کی خبر شتر بوائے۔ مادر ہند کے اس سپوت کی لگن اور قربانیوں
لئے اسے سارے ہندوستان کا چہیتا بنا دیا تھا۔ جہاں شاہی اضلاع تھے
مارشل لاء کے قیدیوں کی رانی کا مزدہ پا کر بھارست کی جان میں جان بانی
وہاں اس مہارت کے پچھڑے بھائی کے ملاپ کے لئے بھی ہندیوں کے دل
دلی تپاک سے بھر بھر گئے۔ ہمسایہ ملکوں سے شہیدوں کی ہتھی
بھر سٹی لایا تھا۔ اور اسے اپنا سب سے پیارا اور مقدس خزانہ سمجھتا تھا۔
خز خرم کے خسر مقدس کے ساتھ یہی تحفہ ایک ڈبہ میں بند کر کے روانہ کیا
گیا۔ اور زبان انگریزی میں ایک تعارفی چٹھی لکھی جس کا ترجمہ حسب
ذیل ہے :-

”میرے پیارے لالہ جی! ہنستے۔

راتنی مدت کی جلا وطنی سے واپس آئے پر میری دلی خوش آمدید قبول
فرمائیے۔ اس موقع پر (پیش کرنے کے لئے) میں (ان) شہیدوں کی مٹی سے
موزوں تحفہ تیار میں نہیں لا سکتا۔ جنہوں نے مارشل لاء کے دلوں میں
جلایا اور داغ میں مادر ہند کی ویدی پر اپنی جانوں کی آہوتی دی۔ اس میں

کی حقیقت اور پیغام کی پہچان کرنے کے لئے چھوٹا سا نظموں کا مجموعہ خاک
ساتھ ارسال ہے۔ خیر مقدم جو آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے اسی خاک کا
خیر مقدم ہے۔ جو ہندوستان کے دل و جگر سے خون کی زبان میں گویا ہو کر بولتی
ہے۔

آپ کا صادق چھپت رائے

اللہ جل جلالہ نے مہربانی سے شکر ادا کیا۔ شاعر کا مقصد پورا ہو گیا۔ جن کا
کے لئے شیون تھا۔ شکوہ تھا۔ آفتوں نے اپنا آویزہ بنایا۔ غلام کو یہ تہنائی
کار و ناس نہ لے کی ضرورت ہے

حقیقت شناس کہتے ہیں اور اصرار سے کہتے ہیں۔ کہ ملک کے لیڈر کا
دل ال ملک کے دلوں کا آئینہ ہوتا ہے۔ لیڈر سے ملک اور ملک سے لیڈر کوئی
بات چھپا نہیں سکتے۔ ہندوؤں کی خاک کا پیغام لاجپت رائے کے فرد ہی
کا لوں تک محدود نہیں رہنا چاہئے۔ ملک کا لوں کے بیج اور پرور سے اس شیون
سے گونجنے چاہئیں۔ صادق! اصرار کرنے والے زیادہ دانا ہیں۔ ان کی رائے
کو اپنی رائے پر فوقیت دے۔ اور آشنا نا آشنا دونوں سے محفل راز
کو گرما!

گورو مل ملتان
۱۳ مارچ ۱۹۲۲ء

فہرست مضامین

- ۱۔ میں کیسا ہوں؟ صفحہ ۱۱۱
- ۲۔ پنجاب کی لالچ لالہ لاجپت رائے کا خیر مقدم * ۱۱۲
- ۳۔ خاکِ شہیدان * صفحہ ۱۱۷
- ۴۔ امرت کی نگری * ۱۱۹
- ۵۔ رتن دیوی * ۱۲۲
- ۶۔ مرزا موبین کی تصویر * ۱۲۵
- ۷۔ عورت ہے مقدس * ۱۲۷
- ۸۔ کراٹنگ سٹریٹ * ۱۲۹

میں کیا ہوں؟

مجھ سے ہمدردی نہ پوچھیں کیا ہوں؟
 دل میں رہ رہ گیا ہوں اٹھ اٹھ کر
 لب پہ آیا نہیں۔ وہ نالہ ہوں۔
 عقل و حکمت سے کیا لگاؤ مجھے
 دلوں ہوں۔ جہنوں ہوں۔ سودا ہوں
 ایک مری قوم کا سمیرا ہوں
 دعوئے حق۔ صدا انانیت کی۔
 حُرم ہوں قتل کی تمنا ہوں۔
 سچو صادق نہ نفاق الحق، گو
 سچو منصور صاف انانیت، گو

عقل ساقی :

عقل میں حق ہوں۔ منصور کو اسی دعوئے کی وجہ سے نکولی
 پرکھینے کی جلیاں والے کے شہیدوں کا جرم بھی "حق" ہی
 کا دعوئے ہے :

عقل صادق کی طرح نفاق "انانیت" یعنی "حق" ہے "مت کہہ
 منصور کی طرح صاف "انانیت" کہہ۔ حق کی دُہائی دینے حق کی
 تصویر بننا ہوتا ہے :



پنجاب کی لاج

لالہ لاجپت رائے جی کا خیمہ مقدم

لاج پنجاب کی! کہیں آ بھی۔
 رہ تری دیکھتے ہیں ہم کب
 مانڈلے بن گیا مگر نیویارک
 شبِ تاریک جا چھا پانڈال
 ہم نے سمجھا تھا تو ہمارا ہے
 آج یہ جانا تھا دوسروں کا بھی
 تھا کوئی اور زور والا بھی
 زورِ آفت کا کھینچ کر لایا۔

صبر سے زورِ ضعف نے پایا

تجھ کو پہنچا ہی ہو گا گھر کا حال ہم کو جینا ہے ہو گیا جنجال

۱۔ ۱۹۴۷ء میں لالہ جی کو مانڈلے جلا وطن کیا گیا تھا۔ اب نیویارک میں
 مقیم ہیں۔ اب آزاد ہیں بھی۔ مگر ہندوستان میں گئے کی بندش ہوئے
 سے واپس کی گرفتاری اور آزادی میں کیا فرق ہے۔ مانڈلے برما کا اور
 نیویارک امریکہ کی صدیوں کی مستحضرہ کا دارالافتادہ ہے۔

۲۔ آج امریکہ۔ پاؤں کے نیچے کا طبقہ۔ ستارہ آسمان میں رہتا چاہیے
 دنیا کے سر پر جلوہ گر چاہیے۔ پاتالی میں کیوں چھپے۔

ملک کا کو نہ ہوتا ہے کا نگرے سے ہے یہ بڑا بھونپا
 یم بنے ہیں چھوٹ دُنیا میں کوئی جا دیکھو کیپٹ یا ناٹال
 قحط ہیں مارٹواڈ کا بھولے سارے ہندی ہیں چور ہے حال
 زلزلے نے بجھے بلایا ہے زلزلہ قوم کے دلوں میں ڈال
 ہاتھ ہے پیٹ پر کر ڈوکل لانا نیو یارک سے چنوں کی دال
 کوئی ہم سے بشیر نہیں چھوٹا گہ کرے شہر ہند کو باتال
 لینا بیٹسمہ تھا کرے واں کا؟
 مارجن خوں سے ہوا یاں کا

۱۔ کا نگرے کے بھونپال کے دقت لالہ جی نے مصیبت زندگان کی بہت امداد
 کی تھی۔ بھونپال کے بھائے اب اُن سے دا پیرا نے کی التجا کی ہے۔ کہ شائد
 اس مصیبت پر اُن کا دل پیچے۔ اور بھارت کو لوٹیں۔

۲۔ اچھوتوں کے اُدھار کے بھی لالہ جی عملاً حامی رہے ہیں۔
 ۳۔ کیپ کا لونی جہاں ہندوستانوں کو *undesirable*
 یعنی قابل نفرت سمجھا جاتا ہے۔ اور حقارت کا سلوک ہوتا ہے۔

۴۔ قحط بھی لالہ جی کی ہمدردانہ کوششوں کا خاص موقع ہوا کرتے ہیں۔
 اس بند میں لالہ جی سے بھونپال۔ قحط اور اچھوت پینے کے نام پر جلدی
 کرنے کے لئے اپیل کی ہے۔

۵۔ پاک بنائے۔ اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے شہرہ کرتے ہیں۔
 ۶۔ عیسائی شہرہ کی رسم کو ہمیشہ کہتے ہیں۔ اس میں پانی کے چھینٹے
 دئیے جاتے ہیں۔ جن سے تو عیسائی پاک ہو جاتا ہے۔

۷۔ سندھیا میں ایک مقام پر پانی کے چھینٹے دئیے جاتے ہیں۔ (دیکھو ص ۱۱۴)

منزل خوش ہے عشق کی منزل خوش ہے، خوش، سرخے کتار
 خوش سے کرتے ہیں یاں ضو پہلے پھر ہیں سجدے میں جاتے جھکتے
 کس سنگڑے تاک کر مارا۔ ہوا خانہ کہاں کا خاشہ دل۔
 لگ گئے ڈھیر چلیا ڈالے ہیں روکھنی راہ تیغ میں حائل
 نہ رہا غزہ آنکھ میں باقی۔ چشم قاتل خنی رحم کی سائل
 سخت جاتی تو دیکھ عاشق کی کوئی کہتا ہے دل جلا گھائل
 ”رحم سے ہونے پیری موت حرم پھیرے پھیرے چھتر قاتل ابا“
 کمدے اکمدے!! گھلیسکی عیاری

”پیشی مرہم ہے نقص دلداری“

سختیہ جانی کا امتحان ہوا مجھ پہ سفک ہریان ہوا
 بزدلی پر سری پڑا کر ڈالا۔ تازیاؤں سے کیا زیاں ہوا
 کس کو دیتا دہائی قاتل کی دہی سفک منصف آں ہوا

بقیہ صفحہ ۷۔ اسے مار جن کہتے ہیں۔ شائد بیتہ کی رسم مار جن
 کی تبدیل شدہ صورت ہے۔ شاعر امریکہ کے پتہ کو غیر ضروری اور
 نامناسب قرار دے چکیا ناولہ باغ کی خوشیریں کو آریوں کی مار جن کی رسم کی
 ادائیگی کہتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اس عمل سے ہندوستان پاکیزہ ہو گیا۔
 غلط گوہیں ختم نہ ہوتیں۔ تو گوہ باری جاری رہتی + (ڈاکٹر)

عط خوش نام جس نے خوشی خوشی کیے بعد دیگرے گوہوں کے خاشہ سپہ اور
 اطمینان سے جا رہے تھے۔ سوال کیا اپنے زخموں کی مرہم پہنی کا انتظام
 کیا وہ ڈاکٹر ہسپتال کھلے تھے وہاں زخمی پہنچ سکے تھے۔ جی مرہم سیراکام نہ تھا
 سنگ ستار نے کاسنہ کی طرف اشارہ ہے جو مارشل لا کے دنوں میں دی گئی تھی۔

عورت ہے مقدس

ڈاٹر نے کہا سچ تھا۔ کہ عورت ہے مقدس
عورت کی سبھی صورت و سیرت ہے مقدس
دیوی کا کیا کرتے ہیں گھر بیٹھے وہ درشن
حاصل جنہیں ماما کی زیارت ہے مقدس

شرڈو سپہ کیا حملہ - یہ ناپاک مٹی حرکت
ہے کون؟ جو کہتا ہے یہ حرکت ہے مقدس
شیطان ہیں عورات پہ جو ہاتھ بڑھائیں
شیطانوں کو شیطانی کی عادت ہے مقدس

انسان نہیں پر وہ بھی جو انسان کو گرائیں
س صنم میں انجیل کی آشت ہے مقدس
خلقت کیا خالق نے اسے شکل میں اپنی

۱۔ اس سوال کے جواب میں کہ ہندوستانیوں کو ریٹنگ کر چلے گا
حکم کیوں دیا گیا۔ ڈاٹر نے کہا۔ کہ ہم عورت کو مقدس مانتے ہیں۔ جہاں
میں شرڈو پر حملہ ہوا تھا۔ اس مقام کو مقدس بنانے کی غرض سے ریٹنگ
کر چلے گا حکم دیا گیا۔ ۲۔ انجیل پیدائش باب ۲

سچ جانتا۔ انسان کی صورت ہے مقدس

ایسے نہ گرے غلط سے تھے آدم و حوا
دی خوبداشت۔ یہ ہدایت ہے مقدس
شیطانوں نے انسان کو شیطان بنایا
ریبگا کریں جوں مار۔ یہ ہیئت ہے مقدس

تقدیس میں تخصیص مالک کی بھلا کیا؟
یورپ کی برپا بندی کی عصمت ہے مقدس
مغرب میں کوئی پستی پا جائے تو جا میں
مشرق میں وہ! شعلوں کی شہاد ہے مقدس

سیتا کی پہیٹیاں شروٹ سے تخصیص کیا کم
بھارت کی زمیں جن کی بدولت ہے مقدس
تذلیل یہ عورت کی کر لیتے ہیں۔ صادق
کیا دیکھ ہیں! پھر کہتے ہیں عورت ہے مقدس

عذہشت۔ عدا سانپ کی طرح۔ اس بند کا رضوان عیسائی عقیدے
کے مطابق ہے۔ عدا وہ پاکیزہ راجپوت رانی جس کے نام سے عصمت
کی شان اب تک روشن ہے۔ اپنی عصمت پر آج نہ آنے دینے کے لئے
جوہر کر کے اپنی ہیبیلیوں سمیت آگ کے شعلوں میں کود پڑی تھی +

کراننگ سٹریٹ

(۱)

فاک میں انسانیت بھلائی کی یاں ملتی رہی
خاندان برام کی مٹی میں نشان ملتی رہی
مستحضر صورت ہو گئی اپنی تناسخ کے بغیر
سامنے کی صورت ہمیں ہے امتحان ملتی رہی
مارنا مشرود کا کیا! خدا کا بہکانا ہوا
قوم بھر کو مار جوں مار گجستوں ملتی رہی

(۲)

رینگ کر چلنا ہوا حد عجیب کی رفتاری
آئی گئی چھائی گھٹ کر گھٹ تروڑاہ کی

۱۔ امونسر کی وہ گلی جہاں اس مشرود پر کئی دو باغیوں کی مشرارت سے حملہ

ہو جانے کے یاد میں ہندوستانیوں کو رینگ کر چھنے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ بتویل۔ ایکٹیل میں رواج ہے کہ شیطان نے ہوش

میں خوشی خوشی ہستی اتان خواہ کر بھگایا تھا۔ کہ اس کے پادش میں سے

برائیاں حکم دیا تھا کہ چھاتی کے بل چلے۔ نہ تنہا پر بلکہ اس کی ساری

نسلی پر یہ پابندی عائد ہوئی۔ چنانچہ سب اس ایک اس بلین سے

حرکت کرتے ہیں۔ یہی ہشت کا سامنے ہے قوم

آہستی زنجیر سختی گردن میں جو سو سال سے
کھل گئی قسمت تو دیکھا غنی گری نہنگار کی
تھا کمال قوم کا آغاز بیستی کا کمال
ابتدا انبیاء کی تھی انتہا ادوار کی
(۴)

کتیوں عیسٰی میں ملنے کا گلہ کوئی کرے
واہ بن کر شاخ ہستی کو ہر اکوئی کرے
تیر کی صورت نکل جا ارکے تو گردوں کے پار
بھول کمال گردن کو گر تیری دوتا کوئی کرے
پھر وہی اوج ثریا پھر وہی بامِ فلک !
پست مجھ کو آہِ نالائحت اشرے کوئی کرے

علاء پرانی غلامی گھس پس کر آزادی ہو گئی۔ صدیقوں کی زنجیر رنگ نہ
ہوتی۔ تو کیا ہوتی؟ عہدِ بیستی کمال کو پہنچی۔ تو کمال بن گئی
کمال چاہے بیستی کا ہو۔ آخر کمال تھا۔ کمال ہو کر رہا۔ ستے بد قسمتی

علاء خاک میں تھکے کو مقدس ملے لایا ہے اگر۔ تو عصا افتاد سے پیدا اشغالِ اندک
(اقبال)

عہدِ ثریا نہاشت اور دنیا ستاروں کا مجمع ہے۔ اس کی اونچائی اوجِ ثریا
کھاتی ہے۔ آسمان کی چھت پکوانا کے بچے بچے ہیں تمام۔
زمین گول ہے۔ نیچے بھی وہی آسمان ہے۔ جو اوپر ہے +

ضمیمہ بدیہ ہند ایک منظر

تمہا گاندھی مکرمہ عدالت میں

آتش خاموشی ملک قباں سامان ہے
ایک پلٹے میں تراؤ کے ہے عدالتی
ایک نظر ہے کہ حیرت اُس پہ خود حیران ہے
دوسرے میں مجرم حب وطن کی نشان ہے
دیوتا ہے جبین میں ملزم کے یا انسان ہے
معذرت کیا اس گنہ پر معذرت قربان ہے
مجرم کہتے ہو مجھے میرے وطن کی آن ہے
چوں کہ کیا اس پر گاندھی زندہ ایمان ہے
کیونکہ عہد بخش میں پڑتے ہو لگا دفر و مجرم
مختصر فرود جراثیم سے ہوا اقبال حبم
اپنا ایمان ہے بغاوت بر خلاف شیطن
ہے زبان حال سے کہی عدالت کی نصا
خندہ زن زندان کے ہے اوکار پر مصویت
ہنس رہی عیسیٰ کی ہے پھر دابر مصویت

تک کی برسی

ہم اپنے جذبۂ الفت کو آزماتے ہیں
 ستم کا عہد ہے سختی کا دورِ رودہ۔
 یہ جہل پہل تو آدیکھ اپنے زندان کی
 ہنسی خوشی میں گذرتی ہے کچھ تیا تو سہی
 ہماری یاد کبھی سوگ میں بھی آتی ہے
 ہے بھائی گاندھی کو تھکیتیرے مسلک کی
 وہی ہے جرم وہی فیصلہ وہی سچل
 نہ آ! اچھو قول کے کہنے کے کہیں نہ
 ہیں لڑنے مرنے کو طیار آج بھر جھتری
 جبین ہند کو ہے جتو تک تری
 جگہ ہے قوم کے ماتے پانچ تک تری

تک



قومی سکولوں کے لیے قومی کتابیں

پنجاب کے سررشتہ تعلیم ڈیپارٹمنٹل ایکوئیشنل بورڈ نے قومی سکولوں کے لئے اپنی طیار کردہ ہندی کتابیں چھاپنے کا اہم کام ہمیں دیا ہے۔ بورڈ کا تیار کردہ بالقصور بال بورڈ ہندی میں چھپ کر تیار ہے۔ پہلی کتاب زیر طبع ہے۔ اردو کا قومی قاعدہ۔ پہلی۔ دوسری تیسری چھپ کر تیار ہے۔ ان کے علاوہ ہمارے پرنسپل کا یہ ہے ہر قسم کی اردو ہندی قومی کتابیں مل سکتی ہیں چند زیر دست قومی کتابیں

(جن کی ماہر ان تعلیم نے قومی سکولوں کے لئے سفارش کی ہے)

دریش ورشن - اگر آپ پاتے ہیں کہ طلباء کو ہندوستان کی جسمانی۔ مجلسی۔ تعلیمی ہمدردی صنعتی اور جمالی حالت سے! خبر کروایا جائے۔ اور انہیں ذہنی نشیون کرادیا جائے۔ کہ بمقابلہ ممالک غیر ہندوستان کی کیا حالت ہے۔ اور کن محکمہ کنڈول اور چال بازوں سے سونے کی لٹکا (ہندوستان کو تباہ کیا گیا۔ قومی سکولوں میں دلہنشن درشن بطور ایک کورس (تعلیمی کتاب) کے پڑھائیں۔ یہ وہ زیر دست کتاب ہے۔ جس کے مطالعہ کی سفارش کوکنا تہ ملک اور ہما تھا گا نہی نے ہر ایک ہندوستانی کے لئے کی ہے۔ قیمت ۵۰ محدد حکم

سوراجیہ کی جنگ - یہ بھی قومی سکولوں کے لئے ایک تعلیمی کتاب ہے۔ جو میں

ممالک غیر ملکی - تاریخی واقعات کی بنا پر بتلایا گیا ہے کہ آسٹریا ہنگری۔

سوراجیہ کی جنگ میں ان کو کن کن مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا اور کیا وہ مسائل اختیار کئے۔ قیمت صرف آٹھ آنے

قومی کہانیاں - یہ کہانیاں خاص طور پر پروفیسر رام سروپ کوکشل دیا جوشن

زبردست پولیٹیکل و اخلاقی کتابیں

آریہ ہند کا یہ دھرم سوتی آشرم لاہور میں صرف دیکھ و بھرم سمجھ رہا ہے۔ بلکہ قسطنطنیہ پولیٹیکل اخلاقی و تاریخی کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور جو بھی نئی کتاب چھپتی ہے۔ اس کتاب خانہ میں فوراً فروخت کے لئے آجاتی ہے۔ چند کتابوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

اردو کتابیں	ہندی کتابیں
دیش درشن (دیش کی روشنی)	دیش پوجا بھائی پران
دیش درشن (دیش کی روشنی)	گیتا امرت
کی آنکھیں کھولنے والی	آپ بیتی
تاریخ کا مجلد	بھارت کا تاریخ
سوراجیہ کی جنگ	پنجاب بیتی
گورکھ بھائی انصاف	آتم دشن (دشن کی روشنی)
دیانت آندرا گار	سیتا بن باس
پنکھ بستی شاد	پت پانچلی
رشی وچن آشرم	سندھیا ربیہ
پشپانچلی	سندیہ اپیش مالادان
بندہ ماترم	سوامی ستیا نند جی
چمپہ بیتی	سندھیا رنگ
میں کی موج	سماج و دھرم
توس قزح	

ملنے کا پتہ: راجپال منچر آریہ ہند کا یہ دھرم سوتی آشرم انارکلی لاہور

Checked
1987

CHECKED 1995